مفاتیح الاسرار التراویح

تالیف

جامع معقول و منقول ابو عبد اللہ المعروف بمولوی محمد غضنفر

ملقب از یونیورسٹی کالج پنجاب بلقب فضیلت در جواب رسالہ

تراویح نامہ مولوی غلام رسول مرحوم ساکن قلعہ مولفہ تلامذ اوشان

حسب

فرمائش شیخ محی الدین تاجر کتب شہر لاہور بازار کشمیری

سنہ ۱۲۹۲ ھ

در مطبع محمدی واقع لاہور مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ امابعد ابو عبد البر المدعو بہ **محمد غضنفر** عرض کرتا ہے کہ ایک رسالہ مسمی برسالہ تراویح بجواب فتوی حضرت مولنا مکرمنا مولوی محمد حسین صاحب دام فیوضہم درباب ثبوت سنیت بیست رکعت تراویح نظر سے گزرا جو کہ بظاہر نامزد مولوی غلام رسول صاحب ہے لیکن درحقیقت تالیف ان لوگون کی معلوم ہوتی ہے جو اونکی شاگردی میں ہیں اور نواح قلعہ میہان سنگہ میں دعوی مقتدائی کرتے ہین اور عاملین بالحدیث بہلے درجہ کہتی ہین چنانچہ وجوہات ذیل اس بات کی موید ہین اول یہہ کہ اسمین بعلمی و نافہمی کے باتین بہت ہین جو مولوی صاحب مرحوم کی شان سے بعید ہین دوم یہہ کہ اسمین کلمات ناشایستہ جیسی شتر مرغی وغالی وانہام بطعن صحابہ تابعین بنسبت اپنی خصم کے مندرج کئی ہین یہہ بہی اونکی عادت واخلاق کے خلاف ہی سوم صادر ہونا اون کلمات کا مولوی صاحب مرحوم سی قطع نظر اس سے کہ اونکی اخلاق اسکے مکذب ہین بنسبت مولنا صاحب سلمہ کی نہایت ہی بعید ہی کیونکہ مولوی صاحب مرحوم کو مولنا صاحب سلمہ سی کمال درجہ کا اتحاد تہا کہ حاضر وغایب اونکی مداح تہی اور

علم وفضل خصوص علم حدیث مین اونکو اپنے سے زیادہ جانتے تھے اور اگر کوئی غایبانہ کچھہ پوچھتا تھا تو اسمین انکے فتویکا حوالہ دیتے تھے اور بہت لوگونکو رغبت دلاکر واسطے استفادہ مسایل دین کے اونکی خدمت مین بھیجتے تھے چنانچہ اکثر سکنائی لاہور پر یہہ بات روشن ہے پس ایسے شخص سے مولنا کی نسبت ان کلمات کا صادر ہونا کب متصور ہے چہارم رکاکت الفاظ عبارت رسالہ ہذا و پراگندگی مضامین اسپر شاہد ہے مولوی غلام رسول صاحب مرحوم تو بڑے فارسی دان تھے اور اس رسالہ کی عبارت محض لچر و پوچ ہے چنانچہ ناظرین پر مخفی نہ ہوگا اسیواسطے اسکے جواب مین اردو سے خطاب کیا گیا اور بعض جگہ اوس رسالہ کے طرز بیان کو بھی بدلکر طرز شایستہ سے نقل کیا گیا ہے علاوہ اسکے اصل فتوے بھی اردو مین تھا اوسکا جواب الجواب بھی اردو ہی مین مناسب تھا اور اسمین تفہیم عام بھی مقصود ہے پنجم یہہ رسالہ اونکی وفات کی ایک سال بعد ظاہر ہوا ہے اونکی زندگی مین اسکا ذکر بھی نہین سنا گیا اور جب یہہ رسالہ چھپنے لگا تو ضیاء الدین ساعی طبع اس رسالہ کو جو تعلیم آدمی ہے مولنا مولوی محمد حسین صاحب نے طلب کرکے استفسار کیا کہ یہہ رسالہ کسکی تصنیف ہے مولوی صاحب مرحوم کی وقت مین کیون نہ ظاہر ہوا اوسنے جواب مین کہا کہ مولوی صاحب نے عاقبت اندیشی سے اسکی اشاعت کو مصلحت نہ جانا اونکی وفات کے بعد مولوی علاؤ الدین وغیرہ نے اسکو مرتب کیا اور مجھکو اوسکی چھاپنے کے لئے دیا ہے پس اگر یہہ بیان اسکا صادق ہے تو یہہ پوری دلیل اس بات کی ہے کہ مولوی غلام رسول صاحب کی تصنیف نہین اور اگر کچھہ ہے بھی تو نفس مسایل اونکی طرف سے ہونگی باقی طعن و تشنیع و کذب و اتہامات سب انہین حضرات کی طرف سے ہونگی اور چونکہ اظہار حق اور دفع اتہام بحکم اتقوا مواضع التہم لازم تھا لہذا اسکی جواب مین قلم اوٹھایا جاتا ہے خواہ یہہ مولوی صاحب مرحوم کی تصنیف ہو یا اون مفتریون کی پس اولا بیان اونکی افترا کا اور جواب اوسکا تحریر مین آتا ہے من بعد جواب مضامین رسالہ کا جو متعلق واقعی مضمون فتوے کے ہین لکھا جاویگا پس سننا چاہیئے کہ افترا اوسمین یہہ ہے کہ جناب مولوی محمد حسین صاحب کی نسبت اوسمین لکھا ہے کہ وہ بیس رکعت کو ناجایز کہتے ہین اور اسکو بدعت ٹھیراتے ہین اور صحابہ و تابعین و ایمہ مجتہدین بیس رکعت پڑھنے والون کو مخالف سنت بتلاتے ہین چنانچہ یہہ افترا اونکی صفحہ ۲ و ۵ و ۱۰ وغیرہ مین موجود ہین پس جواب اسکا یہہ ہے کہ اولا اونکی فتوی مین اول سے آخر تک کہین لفظ عدم جواز بیست رکعت یا بدعت ہونی اس امر کا یا مخالف سنت ہونے اسکے عاملین کا

نہین ہے ثانیاً یہہ کہ وہ برملا ان الفاظ سے انکاری ہین بلکہ بمشافہہ ضیاء الدین مذکور کے تشدد
سے کہہ چکے ہین کہ مین اسکو بدعت وناجایز نہین کہتا فقط اتنا ہی کہتا ہون اور یہی فتوی مین
لکھہ چکا ہون کہ سنت ہونا بیس رکعت کا ثابت نہین اور کوئی حدیث اس باب مین صحیح نہین اور اگر
نفی سنت ہونی بیست رکعت اور دعوی ضعف اسکی حدیث سی بدعت وناجائز ہونا کوئی تراش
کرلے تو بیجا وسکا افترا ہی جسکی جواب مین اوسنی کہا کہ اگر افترا ہے تو مولوی غلام رسول کا ہی ہم تو
اونکی طرف سے ناقل ہین پہر اسکو کہا گیا کہ بعد علم اس بات کے کہ مین اسکو بدعت نہین کہتا تم اس
افترا کی اشاعت کی کیونکر مجاز ہوا ور کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع سے کسطرح بےخوف
ہوگئی اسپر بہی وہ اشاعت اس افترا سی باز نہ آیا۔ اب مین واسطی تصدیق بیان مولنا محمد حسین
صاحب سلمہ کی اونکی فتوی کو نقل کرتا ہون پہر اوسکی تائید مین اور علمای حنفیہ وشافعیہ ومحدثین
کی عبارات نقل کرونگا تاکہ سب لوگونپر واضح ہو کہ نفی سنت ہونی بیس رکعت کی اور دعوی ضعف
حدیث بیست رکعت یہہ فقط مولنا صاحب سلمہ کی منفردات سے نہین بلکہ اور جمہور علمای خلف و
سلف اونکی ساتہہ متفق ہین اور اسمین حکم بدعت وناجائز ہونے تراویح بیس رکعت کا بہی نہین نکلتا

نقل فتوی جناب مولنا مولوی محمد حسین صاحب محدث عدم ثبوت سنت ہونی بیس رکعت کے باب مین

بیست رکعت تراویح کسی حدیث صحیح سے ثابت نہین اور جو آنحضرت سی ابن ابی شیبہ اور طبرانی اور بیہقی نے نقل کیا ہے
کہ آنحضرت بیس رکعت پڑہتی سو ضعیف ہے چنانچہ اقبال کیا اس امر کا حنفیون نے بہی مثل شیخ ابن ہمام
اور عینی اور شیخ عبد الحق اور ملا علی قاری کے اور جو حضرت عمر رض سی موطا مین مروی ہے کہ اونکی
وقت مین بیس رکعتین پڑہی گئی ہین وہ بہی ضعیف ہے اسلئی کہ اوسکی راوی یزید بن رومان نے
حضرت عمر رض کو نہین پایا اور نہ دیکہا یہہ بات کبیری شرح منیۃ المصلی مین لکہی ہے جسکا جی چاہی
سوای اسکی کوئی حدیث کتاب ملتزم الصحۃ کی یا منصوص الصحت پائی نہین جاتی اور جو مولنا شاہ
عبد العزیز دہلوی اور شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہی کہ صحابہ نے بیس رکعتین پڑہی ہین وہ بنا بر شہرت
روایتون کے ہے اور ضعیف حدیثونکو قبول کرکے یہہ بات کہی ہے ورنہ درحقیقت صحیح حدیث اس
باب مین کوئی نہین پس جسکو آنحضرت کی قول وفعل سے محبت ہوگی وہ آنحضرت صلعم کی فعل پر چلیگا

اور جسکو اپنے بزرگون اور مشائخون سے زیادہ محبت ہوگی وہ اپنے بزرگون کے قول و فعل پر چلیگا
ہان اگر یہہ دعوی ہے کہ اونکا فعل و قول کسی حدیث آنحضرت صلعم کی موافق ہے تو لازم ہے کہ اوس
حدیث کا آنحضرت کی حدیث ہونا بتلادین ورنہ عاملین سنت کو معاف فرماوین اور اگر یہہ گمان ہے
کہ بیس رکعت پڑہنے والی دونون فریقین یعنی آنحضرت صلعم اور اصحاب کی سنت پر چلی تو رفع اسکا یہہ ہے
کہ ہرگز نہین جیسنی بیس رکعت شفع شفع پڑہی اوسنی گیارہ رکعت جو وتر ہے ادا کی اسلئے کہ ہیئت اور
صورت کو نماز مین پورا دخل ہے اور وہ اسکا ادا نہی اسیواسطی جو شخص مغرب چار رکعتین پڑہی
اوسکی نماز مغرب باوجودیکہ چار کی ضمن مین تین موجود ہین ادا نہوئی ایسا ہی جسنی تراویح بیس
رکعت پڑہی اوسکی گیارہ رکعت مسنون ادا نہوئی واللہ اعلم تمام ہوئی عبارت فتوی مذکورہ کی
اب ناظرین غور کرین کہ اسمین کہان اطلاق بدعت ادای بیست رکعت پر ہی اور کہان کسی صحابی نے
یا تابعین یا مجتہد سے ثبوت بیست رکعت تسلیم کرکے اسکو مخالف سنت کہا ہی اسمین تو صحت ادای
بیست رکعت سی انکار ہے اور کسی سے صحابہ کے پایا جانا اور ثابت ہونا بیس رکعت کا نہین مانتی ہے
انکا فعل مانکر اور اسکو ثابت جانکر اسکو بدعت و مخالف سنت کہا ہی اور اگر ان مفتیون نے انکار
سنیت بیست رکعت سے اور تضعیف سے اسکی حدیث کی بدعت کہنا مفتی کا نکالا ہے تو اونکی نادانی ہے
اور اس سے ہماری دعوی کی تائید نکلتی ہے کہ یہہ رسالہ مولوی صاحب مرحوم کا نہین اسلئی کہ ایک امر
کے سنت نہونی سے بدعت ہونا اسکا لازم نہین آتا ہے کیا بعد مرتبہ سنت سوا بدعت کی اور کوئی
مرتبہ استحباب یا اباحت کا باقی نہین رہتا ایسا ہی کسی حدیث کی تضعیف سے اوسکی مضمون کا بدعت ہونا
تضعیف کنندہ کی زعم مین لازم نہین آتا کیا علما محدثین و مجتہدین مین سلف سے خلف تک
اکابر و بیشتر کی حدیث کی تضعیف نہین کرتا اگر اسی انکار سنت ایک امر اور تضعیف اوسکی دلیل سے بدعت
ہونا اوس امر کا منکر و مضعف کی زعم مین لازم آتا ہی تو بہت سے علمای سلف و خلف مین اکابر و بیشتر
کے نزدیک مبتدع ہونگی خصوصا بیس رکعت پڑہنے والی نزدیک اکابر حنفیہ وغیرہ کی جو اسکی سنت ہونیکے
منکر ہین اور اسکی تحدید کے آنحضرت سے انکاری ہین اور اسکی حدیث کی تضعیف کرتے ہین اب واسطے اعتبار
اون علما کی جو سنت ہونی بیس رکعت کی نفی کرتے ہین اور اسکی حدیث کو ضعیف بتلاتے ہین واسطی
تصدیق اس مضمون کی نقل کیجاتی ہین فتح القدیر مین ہے جو ابن ہمام حنفی کی تصنیف ہے

فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة بالوتر فى جماعة فعله عليه
السلام وتركه لعذر افاد انه لولا خشية ذلك لواظبت ولاشك فى تحقق الامن
ذلك بوفاته صلى الله عليه وسلم فيكون سنة وكونها عشرين سنة الخلفاء الراشدين
وقوله عليه السلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين ندب الى سنتهم ولا يستلزم
كون ذلك سنة اذ السنة ما واظب بنفسه الالعذر وبتقدير عدم ذلك العذر
انما استفدنا انه كان يواظب على ما وقع منه وهو ما ذكرنا فيكون عشرين مستحبا
ذلك القدر منها هو السنة كالاربعة بعد العشاء مستحبة وركعتان منها سنة وظاهر
كلام المشايخ ان السنة عشرون ومقتضى الدليل ما قلنا فالاولى حينئذ هو عبارة
القدوري من قوله مستحب **ترجمہ** پس ظاہر ہوا اس سارے سے کہ قیام رمضان جسکو تراویح
کہتے ہیں سنت اوسمین گیارہ رکعتیں ساتھ وتر کے جماعت میں اوسکی کرنے اور اوسکی چھوڑنے
نے ساتھ عذر کے فایدہ دیا ہی کہ اگر نہوتا خوف فرض ہوجانیکا البتہ مواظبت کرتا میں ساتھ
اوسکی اور نہیں ہے شک متحقق ہونے امن میں اس سے ساتھ وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
پس ہونگی گیارہ رکعتیں سنت اور ہونا تراویح کا بیس رکعت سنت خلفای راشدین کی ہے اور قول
علیہ السلام کا کہ لازم پکڑو تم سنت میری اور سنت خلفای راشدین کو بلاتا ہے طرف اونکی سنت کے
اور نہیں مستلزم ہے یہہ اوسکی ہونیکو سنت اصلی کہ سنت وہ ہے جسکی مواظبت فرمائی ہو آپنی بنفسہ مگر
ساتھ عذر کے اور ساتھ تقدیر عدم اوس عذر کے سوا اسکے نہیں حاصل کیا ہے ہمنی کہ تحقیق آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تھی مواظبت فرماتے اوس مقدار پر کہ واقع ہوا ہے آپسے اور وہ گیارہ رکعت ہی ساتھ
وتر کے پس ہونگی بیس رکعت مستحب اور اسقدر اونمیں سے کہ گیارہ رکعت ساتھ وتر کی ہین سنت
مانند چار رکعت کی کہ بعد عشا کی مستحب ہین اور دو رکعتیں اون چار میں سے سنت ہین اور ظاہر کلام
مشایخ اکا یہ ہے کہ سنت بیس رکعتیں ہین اور چاہتی ہے دلیل اوس چیز کو کہ کہا ہمنی پس اولی اوس وقت
مین وہ ہی کہ عبارت قدوری کی ہے یعنی یہہ قول اسکا کہ وہ مستحب ہین — بحر الرائق مصنفہ ابن نجیم حنفی
مین ہے وقوله عشرون ركعة بيان لكميتها وهو قول الجمهور لما فى الموطا عن يزيد بن
رومان قال كان الناس يقومون فى زمن عمر بن الخطاب بثلث وعشرين ركعة عليه

عمل الناس الیوم شرقاً وغرباً لکن ذکر المحقق فی فتح القدیر ما حاصله ان الدلیل یقتضی
ان یکون السنة من العشرین ما فعله صلعم منها ثم ترکه خشیة ان یکتب علینا والباقی
مستحبا وقد ثبت ان ذلک کان احدی عشرة رکعة بالوتر کما ثبت فی الصحیحین من حدیث
عائشة فاذا یکون المسنون علی اصول مشائخنا ثمانیة منها والمستحب اثنا عشر رکعة
اور قول کنز والبحر کا بیس رکعت بیان ہی واسطے کمیت عدد رکعات تراویح کی اور یہی قول جمہور کا
ہے اوسکی عدد مستحب ہین بدلیل اوس امر کی کہ موطا مین ہے یزید بن رومان سے کہا یزید بن رومان نے
کرتے لوگ تراویح پڑہتی تہی زمانہ عمر بن الخطاب مین تئیس رکعت اور اسی پر ہی عمل لوگون کا آج
مشرق اور مغرب مین لیکن ذکر کیا ہے محقق نے فتح القدیر مین کہ جسکا حاصل یہ ہے کہ دلیل
چاہتی ہے کہ ہو سنت بیس رکعت مین سے اوس مقدار کہ کیا ہی اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نی بیس
رکعت مین سے پہر چہوڑ دیا ہی اوسکو بسبب خوف فرض ہونے کی ہم پر اور رہون باقی بیس رکعت مین سے
مستحب اور تحقیق ثابت ہوا ہی کہ تحقیق وہ مقدار رکعات کہ کیا ہے اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تہا گیارہ رکعت ساتہہ وتر کے جیسا کہ ثابت ہوا ہی صحیحین مین حدیث عائشہ سی پس اسوقت مین
ہونگی مسنون ہماری مشایخ کی اصول پر آٹہہ رکعت اور مستحب بارہ رکعت تراویح کی طحطاوی شرح
در مختار مین ہے قوله التراویح سنة موکدة ذکر فی فتح القدیر ما حاصله ان الدلیل
یقتضی ان یکون السنة من العشرین ما فعله صلی اللہ علیه وسلم منها ثم ترکه خشیة
ان یکتب علینا والباقی مستحبا وقد ثبت ان ذلک کانت احدی عشرة رکعة بالوتر
کما ثبت فی الصحیحین من حدیث عایشة رضی الله عنها فاذا یکون المسنون علی
اصول مشایخنا ثمانیة منها والمستحب اثنی عشرة ترجمہ قول صاحب مختار کا اور
سنت موکدہ ہے مذکور ہے فتح القدیر مین کہ جسکا حاصل یہ ہے کہ دلیل مقتضی ہے کہ ہون سنت
بیس رکعت مین سے اوس مقدار کہ کیا ہی اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعتون مین سے پہر
چہوڑ دیا ہے اوسکو بسبب خوف فرض ہو جانے کی ہم پر اور باقی مستحب ہون اور تحقیق ثابت ہوا ہے
کہ وہ مقدار کہ کیا ہی اوسکو آنحضرت نی نہین گیارہ رکعت ساتہہ وتر کے جیسا کہ ثابت ہوا ہے
صحیحین مین حدیث عایشہ رضی اللہ عنہا سی پس اسوقت مین ہونگی مسنون ہماری مشایخ کی

اصول پر آٹھہ رکعت بیس رکعت مین سے اور مستحب بارہ رکعت - امداد الفتاح مین ہے قال الکمال کونہا عشرین رکعۃ سنۃ الخلفاء الراشدین والذی فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالجماعۃ احدی عشرۃ بالوتر وما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر فضعیف انتہی یشیر بہ الی مثل ما قالہ فی العنایہ روی انہ صلعم خرج لیلۃ من لیالی رمضان فصلی عشرین رکعۃ ترجمہ کہا کمال الدین ابن ہمام نے کہ ہونا تراویح کا بیس رکعت سنت خلفای راشدین ہے اور وہ کہ کیا ہے اوسکو نبی صلعم نے ساتھہ جماعت کے گیارہ رکعت ہین ساتھہ وتر کے اور وہ جو مروی ہے کہ تحقیق آنحضرت صلعم نے پڑہی رمضان مین بیس رکعت سوا وتر کے پس ضعیف ہے آخر ہوا کلام کمال الدین ابن ہمام کا اشارہ کرتا ہے ابن ہمام ساتھہ مروی کے طرف مثل اوسکی کی کہا ہی وسکو صاحب عنایہ نے عنایہ مین کہ روایت کیا گیا ہی کہ تحقیق رسول اللہ صلعم نکلے ایک رات مین راتون رمضان مین سے پس پڑہین آپ نے بیس رکعت اور نفحات رشیدی مین ہے واختلفوا فی عدد رکعاتہا التی یقوم بہا الناس فی رمضان ما المختار منہا اذ لا نص فیہا فاختار بعضہم عشرین رکعۃ سوی الوتر واستحسن بعضہم ستا وثلثین رکعۃ والوتر ثلث رکعات وھو الامر القدیم الذی کان علیہ الصدر الاول والذی اقول بہ فی ذلک ان لا توقیت فیہ فان کان لا بد من الاقتداء فالاقتداء برسول اللہ صلعم فی ذلک فانہ ثبت عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انما زاد علی احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر شیئا لا فی رمضان ولا فی غیرہ الا انہ کان یطولہا فہذا ھو الذی اختار والجمع بین قیام رمضان والاقتداء برسول اللہ صلعم قال اللہ تعالی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

ترجمہ اور مختلف ہوئی ہین علما عدد رکعات تراویح مین کہ پڑہتی تہی لوگ رمضان مین کہ کتنا مختار ہی اوسمین اسلیے کہ نہین نص ہے رکعات تراویح مین پس اختیار کیا ہے بعض علمانے بیس رکعت کو سوا وتر کے اور مستحسن جانا ہے بعض علمانی چھتیس رکعت کو اور وتر کو تین رکعت علاوہ چھتیس رکعت کے اور یہی امر قدیم ہے کہ تہی اسپر صدر اول اور وہ جو کہتا ہون مین اوسکو اوسمین یہہ ہے کہ نہین توقیت اور تعیین اوسکی عدد رکعات مین پس اگر ہو

کہ ضرور ہے اقتدا اسی اقتدا سابق کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمین اصلی کہ شان
یہہ ہے کہ ثابت ہوا ہی آنحضرت صلعم سے کہ تحقیق آنحضرت صلعم نے نہیں زیادہ کیا ہے گیارہ رکعت کے
ساتھہ وتر کے کچھہ نہ رمضان مین اور نہ غیر رمضان مین مگر تحقیق آنحضرت صلعم تھی کہ دراز کرتے تھے اون
گیارہ رکعت کو پس یہہ وہ ہے کہ اختیار کرتا ہو مین اسکو بسبب جمع کرنے درمیان قیام رمضان اور اقتدا
کے ساتھہ رسول خدا صلعم کے فرمایا اللہ تعالی نے البتہ ہے واسطے تمہارے بیچ رسول اللہ کے ہی تا بعد انتہی
مرقاۃ شرح مشکوۃ مین ہے اعلم انہ لم یوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التراویح
عددا معینا بل لا یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ لکن کان یطیل
الرکعات فلما جمعھم عمر علی ابی کان یصلی بھم عشرین رکعۃ ثم یوتر بثلث وکان
یخفف القراءۃ بقدر ما زاد من الرکعات فکان طائفۃ من السلف یقومون باربعین
رکعۃ ویوترون بثلث وآخرون بست وثلثین واوتروا بثلث وھذا کلہ حسن انتہی
ترجمہ جان تو تحقیق شان یہہ ہے کہ نہیں مقرر فرمایا رسول خدا صلعم نے تراویح مین کوئی عدد معین
بلکہ نہیں زیادہ فرماتے تھے رسول خدا صلعم رمضان مین اور غیر رمضان مین گیارہ رکعت سے لیکن
تھے کہ طویل کرتے تھے رکعات کو پس جبکہ جمع کیا لوگون کو عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب پر تھی
ابی بن کعب پڑہاتے تھے لوگون کو بیس رکعت پہر وتر پڑہتے تھے ساتھہ تین رکعت کی اور تھی ابی بن کعب
کہ ہلکی کرتے تھے قرات کو بقدر اسکی کہ زاید ہوئی تہیں رکعات پس تہا ایک طائفہ سلف مین سے
کہ تراویح پڑہتے تھے ساتھہ چالیس رکعت کی اور وتر پڑہتے تھے ساتھہ تین رکعت کی اور دوسرا
گروہ سلف مین سے کہ پڑہتے چالیس رکعت اور وتر کرتے تین سے اور دوسرا
گروہ سلف مین سے کہ پڑہتے تھے چہتیس رکعت اور وتر کرتے تھے ساتھہ
تین رکعت کے اور یہہ صورتین خوب ہین اور نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار مین ہے والحاصل ان الذی
دلت علیہ احادیث الباب وما یشابھھا ھو مشروعیۃ القیام فی رمضان والصلوۃ
فیہ جماعۃ وفرادی فقصر الصلوۃ المسماۃ بالتراویح علی عدد معین وتخصیصہا
بقراءۃ مخصوصۃ لم ترد بہ سنۃ ترجمہ اور وہ حاصل کہ دلالت کیا ہی اوسپر احادیث
باب اور اونکی نظائر نے مشروع ہونا قیام کا ہے رمضان مین اور نماز ہی وسی رمضان مین

مشکوۃ
مرقاۃ شرح

نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار

جماعۃ اور تنہا پس حصر کرنا تراویح کا عدد معین پر اور تخصیص اوسکی ساتھہ قراءۃ مخصوصہ کے نہین وارد ہوئی ہے سا تھہ اوسکی سنت اور رسالۃ التراویح سیوطی مین ہے قال ابن الجوزی من اصحابنا عن مالک انہ قال الذی جمع علیہ الناس عمر بن الخطاب احب الی وھو احدی عشر رکعۃ وھی صلوۃ رسول اللہ ص قیل لہ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر قال نعم وثلث عشر قریب منہ قال ولا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر ترجمہ روایت کیا ہے ابن الجوزی نے کہ صحاب ہمارے یعنے شافعیہ مین سے امام مالک سے کہ تحقیق امام مالک نے فرمایا ہے کہ وہ عدد کہ جمع کیا ہے اوسپر لوگون کو عمر بن الخطاب نے محبوب تر ہے مجھکو اور وہ گیارہ رکعت ہے اور وہی نماز رسول خدا صلعم کی ہے کہا گیا امام مالک سے کہ گیارہ رکعت ساتھہ وتر کے یعنی وتر بھی اونہی مین داخل ہے فرمایا امام مالک نے کہ ہان وتر بھی انہین مین داخل ہے اور تیرہ رکعت قریب اوس سے ہے

اور فرمایا امام مالک نے اور نہین جانتا ہون کہ کہان سے نکالی گئی ہین یہہ رکعتین بہت۔ یہہ عبارات علما کی متضمن نفی سنت ہونیکے بیس رکعت تراویح کی اور جو امین استحباب قدر زاید از سنت تسلیم رکہا ہی وہ ہمارے نزدیک ہنوز محل تامل ہے یہلئے کہ تعامل بیس رکعت فعل یا قول خلفا سے ہمارے نزدیک ثبوت کو نہین پہونچا چنانچہ تفصیل اوسکی آگے آئیگی۔ مقصود ہمارا نقل کرنے ان عبارات سے اسیقدر تہا کہ حنفی وغیرہ علما بیس رکعت کی مسنون ہونیکی نفی کرتے ہین باقی مطالب و مفہومات بعض اون عبارات سے ہمارا استشہاد نہین اور نہ رضا اب وہ عبارتین نقل کیجاتی ہین جو متضمن بتضعیف حدیث بیس رکعت کی ہین پس سنا چاہیئے فتح القدیر مین ہے واما ما روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ والطبرانی وعن البیہقی من حدیث ابن عباس انہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر فضعیف بابی شیبۃ ابراھیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبۃ متفق علی ضعفہ مع مخالفتہ للصحیح انتہی ترجمہ اور وہ جو روایت کیا ہی ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف مین اور طبرانی نے بیہقی سے حدیث ابن عباس سے کہ آنحضرت صلعم پڑہتے تہے رمضان مین بیس رکعت سوائے وتر کے سو ضعیف ہی بسبب ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان جد امام ابی بکر بن ابی شیبہ کے کہ ایک راوی اسکا ہے کہ اتفاق کیا گیا ہے اوسکی ضعیف ہونے پر باوجود مخالف ہونی اس حدیث

رسالہ التراویح للسیوطی

فتح القدیر

فتح سر المنان

کے حدیث صحیح ہے اور فتح سر المنان میں ہے ولم یثبت روایۃ عشرین رکعۃ منہ صلی اللہ
علیہ وسلم کما ہو المتعارف الآن الا فی روایۃ ابن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباس
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر قالوا اسنادہ
ضعیف وقد عارضہ حدیث عائشۃ وکانت اعلم بحال النبی صلعم من غیرہا **ترجمہ**
اور نہیں ثابت ہوئی ہے روایت بیس رکعت کی آنحضرت صلعم سے جیسا کہ دستور ہے اب مگر روایت
ابن ابی شیبہ میں حدیث ابن عباس سے کہ تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے رمضان میں
بیس رکعت اور وتر کہا ہے محدثین نے کہ اسناد اس حدیث کی ضعیف ہیں اور تحقیق معارض اسکی ہے
حدیث حضرت عائشہ رضی کی اور تھیں حضرت عائشہ رض اعلم ساتھ حال نبی صلعم کی بنسبت اپنے

تخریج زیلعی

غیر کی اور تخریج رافعی لابن حجر العسقلانی میں ہے اخرج البیہقی عن ابن عباس کان یصلی
فی شہر رمضان فی غیر جماعۃ عشرین رکعۃ والوتر قال البیہقی تفرد بہ ابو شیبہ
ابراہیم بن عثمان وہو ضعیف **ترجمہ** لایا بیہقی ابن عباس سے کہ تھے یعنی آنحضرت نماز پڑھتے

نیل الاوطار

مہینے رمضان میں بدون جماعت کی بیس رکعت اور وتر کہا بیہقی نے کہ متفرد ہوا ہے ساتھ اسکے
ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان اور وہ ضعیف ہے اور نیل الاوطار مصنفہ شوکانی میں مثل اسکے

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری

ہے اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے فان قلت روی ابن ابی شیبہ من حدیث
ابن عباس کان رسول اللہ صلعم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر قلت ہذا الحدیث
رواہ ایضا ابو القاسم البغوی فی معجم الصحابۃ قال حدثنا منصور بن ابی مزاحم حدثنا
ابو شیبہ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس الحدیث وابو شیبہ ہو ابراہیم بن عثمان
العبسی الکوفی قاضی واسط جد ابی بکر بن ابی شیبۃ کذبہ شعبۃ وضعفہ احمد
وابن معین والبخاری والنسائی وغیرہم واورد لہ ابن عدی ہذا الحدیث فی الکامل
فی مناکیرہ **ترجمہ** سو اگر کہی تو کہ روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے حدیث ابن عباس سے کہ تھے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کہ پڑھتے تھے رمضان میں بیس رکعت اور وتر کہونگا میں یہہ حدیث روایت کیا ہے اسکو
ابو القاسم البغوی نے معجم الصحابہ میں کہا بغوی نے کہ بیان کیا ہمسے منصور بن ابی مزاحم نے کہ کہا منصور
نے کہ بیان کیا ہمسے ابو شیبہ نے حکم سے اور حکم نے مقسم سے اور مقسم نے ابن عباس سے اس حدیث کو

اور ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی قاضی واسط جد ابی بکر بن ابی شیبہ کا ہے کا ذب
کہا ہے اوسکو شعبہ نے اور ضعیف کہا ہی اوسکو احمد اور ابن معین اور بخاری اور نسائی وغیرہم نے
اور لایا ہی اوس سے ابن عدی اس حدیث کو کامل میں بیچ مناکیر کے اور متوسط مصنفہ ذہبی میں
ہے واما ما نقل عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ صلی فی اللیلتین خرج فیہما عشرین رکعۃ فھو منکر
ترجمہ اور وہ جو نقل کیا گیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آنحضرت نے پڑہی تہیں اون
دونوں راتوں میں کہ نکلے تہی اونمیں بیس رکعت بس وہ منکر ہے اور خادم مصنفہ زرکشی میں ہے دعوی ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بھم فی تلک اللیلۃ عشرین رکعۃ لم یصح ترجمہ دعوی اس امر کا کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑہیں ساتھ صحابہ کے اوس رات میں بیس رکعت نہیں صحیح ہے اور تہذیب الکمال
مصنفہ ابی حجاج المزی میں ہے ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان لہ مناکیر منہا حدیث انہ کان
یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر قال وقد ضعفہ احمد بن معین والبخاری والنسائی
وابو حاتم الرازی وابن عدی وابو داود والترمذی والاحوص بن الفضل الملائی
وقال الترمذی فیہ منکر الحدیث وقال الجرجانی ساقط وقال ابو علی النیشاپوری لیس
بالقوی وقال صالح بن محمد البغدادی ضعیف لا یکتب حدیثہ وقال معاذ العنبری
کتبت الی شعبۃ اسال عنہ اروی عنہ فقال لا تروِ عنہ فانہ رجل مذموم ترجمہ
ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان اوس سے مناکیر ہیں کہ اونمیں مناکیر میں سے یہہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم پڑہتے تہی رمضان میں بیس رکعت اور وتر کہا ابو الحجاج مزی نے اور تحقیق ضعیف کہا ہی
اسکو احمد اور ابن معین اور بخاری اور نسائی اور ابو حاتم رازی اور ابن عدی اور ابو داود اور ترمذی
اور احوص بن الفضل الملائی نے اور کہا ترمذی نے اسکے حق میں کہ منکر الحدیث ہی اور کہا جرجانی
نے کہ ساقط الحدیث ہی اور کہا ابو علی النیشاپوری نے کہ قوی نہیں ہے اور کہا صالح بن محمد
البغدادی نے کہ ضعیف ہی نہیں لکہی جاتی ہے حدیث اوسکی اور کہا معاذ عنبری نے کہ لکہا مینے طرف
شعبہ کی کہ پوچہتا تہا میں شعبہ سے کہ آیا روایت کروں میں ابراہیم ابی شیبہ سے پس کہا شعبہ نے
کہ نہ روایت کر تو اس سے پس تحقیق وہ مرد برا ہے اور میزان الاعتدال میں ترجمہ ابوشیبہ کے ذیل میں ہے
ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کذبہ شعبۃ ثم قال روی عثمان الدارمی عن ابن معین

لیس بثقۃ وقال احمد ضعیف وقال البخاری سکتوا عنہ وقال النسائی متروک الحدیث
ومن مناکیر ابی شیبہ ما روی البغوی حدثنا منصور بن ابی مزاحم حدثنا ابو شیبہ
عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس کان رسول اللہ صلعم یصلی فی شہر رمضان فی غیر
جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر **ترجمہ** ابراہیم بن عثمان ابی شیبہ کا ذب کہا ہے
اوسکو شعبہ نے پہر کہا ذہبی نے کہ روایت کیا ہی عثمان دارمی نے ابن معین سے کہ نہین ہے ابراہیم ثقہ
اور کہا احمد نے کہ ضعیف ہے اور کہا بخاری نے کہ سکوت کیا ہی نقادین رجال نے اس سے اور کہا نسائی
نے کہ متروک الحدیث ہی اور مناکیر ابی شیبہ سے ہے وہ جو روایت کیا ہی بغوی نے کہا بیان کیا ہمسے منصور بن ابی مزاحم
نے کہا منصور نے کہ حدیث بیان کی ہمسی ابو شیبہ نے حکم سے اور حکم نے مقسم سے اور مقسم نے ابن
عباس سے کہ تھے رسول خدا پڑہتے رمضان کے مہینے مین غیر جماعت مین بیس رکعت اور وتر اور
تدریب الراوی شرح تقریب النواوی مین ہے البخاری یطلق فیہ نظر وسکتوا عنہ فی من
ترکوا حدیثہ **ترجمہ** بخاری اطلاق کرتا ہی لفظ فیہ نظر کا اور لفظ سکتوا عنہ کا اوس راوی
کے حق مین کہ چھوڑا ہے محدثین نے اوسکی حدیث کو تمہ ہی کلام بجواب افترارات مخاطبین کے
اب جوابات اون اعتراضونکے جو متعلق واقعی مضمون فتوی ہین تحریر مین آتا ہے پہلی قول
مفتی فتوی مسطورہ یعنی قول جناب مولنا مولوی محمد حسین صاحب محدث سلمہ کا بطور اختصار
ذکر کیا جاویگا پہر معترض کا اعتراض نقل ہوگا بعدہ اوسکا جواب دیا جاویگا وباللہ التوفیق
قول مفتی بیس رکعت تراویح کی حدیث صحیح نہین جو انحضرت صلعم سی نقل کرتے ہین وہ ضعیف ہے
او حنفی بہی اسکے ضعف کی قایل ہین **اعتراض معترض** مفتی نے اس حدیث کی ضعیف ہونیکا دعوی
کیا ہی نہ موضوع ہونیکا اور حدیث ضعیف پر فضایل اعمال مین عمل کرنا جائز ہے اور جب کئی
طرق سی مروی ہو تو وہ حسن بن جاتی ہے اور وہ بہی لایق احتجاج ہے - اسپر لمعات کا حوالہ دیا ہی
پہر دعوی کیا ہی کہ احادیث بیس رکعت کو اور احادیث وفعل صحابہ سے قوت پہونچتی ہے **جواب**
کئی وجہ سے اول یہ کہ جواز عمل ضعیف فضایل اعمال مین جو مشہور ہے اوسکی یہہ معنی نہین کہ جو عمل
بہتر ہو وہ حدیث ضعیف سے ثابت ہوسکتا ہی بلکہ اوسکی یہہ معنی ہین کہ جو عمل ثابت ہو اوسکی فضیلت
کی بیان مین حدیث ضعیف سے احتجاج درست ہی چنانچہ لفظ فضایل جو جمع فضیلت ہی اس معنی پر

شروع جواب اعتراضات معترض

شاہد ہے اگر یہہ معنی ہنون تو بہت عبادات جو بظاہر بہتر معلوم ہوتی ہین وہ سب بنابر احادیث ضعیفہ
جایز اور مشروع ہو جاوین اور بیس رکعت کی باب مین کوئی ایسی حدیث قایم نہین جس سے اونکی
مشروعیت نکالی جاوی اور ان ضعیف حدیثون سے اونکی بیان فضایل مین احتجاج کیا جاوی
دوم حسن ہو جانا ضعیف حدیث کا تعدد طرق سے اوسوقت متصور ہے جب ضعف اوس راوی
کا کذب یا مثل اسکی جرح شدید سے نہو چنانچہ رسالہ اصول حدیث مین جو ترمذی کے اول مین
ملحق ہے مرقوم ہے واما الضعف فلکذب الراوی وفسقہ لا ینجبر بتعدد الطرق کما
فی حدیث طلب العلم فریضۃ قال البیہقی ہو حدیث مشہور بین الناس واسنادہ ضعیف
وقد روی من اوجہ کثیرۃ کلہا ضعیف اور یہہ حدیث جسمین گفتگو ہی ضعف اسکا راوی
کی کذب کی وجہ سے ہے چنانچہ عبارات متضمنہ جرح اس حدیث کی ذیل مین صفحہ ۱۱ و ۱۳ وغیرہ گزرا ہی کہ شعبہ نے اسکو
کاذب کہا ہی اور نسائی نے اسکو متروک الحدیث کہتا ہی اور جوزجانی نے اسکو ساقط کہا ہے
اور بخاری نے اسکے حق مین کہا ہے سکتوا عنہ یعنی محدث اسکی روایت سی ساکت ہین اور تدریب
الراوی شرح تقریب نواوی مین ہے کہ بخاری سکتوا عنہ اوس شخص کے حق مین کہتا ہے جسکو
محدثین ترک کردین اور مسلم الثبوت مین لکھا ہے کہ بخاری کی نظر ہونا کسی شخص مین بمنزلہ اسکے ہی
کہ اوسکو متروک ساقط کہا جاوی ایسا ہی مغتنم الحصول مین ہے پس یہہ حدیث باوجود
تعدد طرق کے بھی صلاحیت حسن ہونے کی نہین رکھتی سوم یہہ حدیث باوجود فرض تعدد
طرق کے حسن لغیرہ بنی گی اور حسن لغیرہ لایق احتجاج کے احکام دین مین جنمین مسنون ہونا
تراویح بیس رکعت کا ہے نہین ہے اسیواسطی شرح نخبہ مین حسن لایق احتجاج مین قید حسن
لذاتہ کی لگائی ہے چنانچہ کہا ہی وہذا القسم من الحسن ای الحسن لذاتہ مشارک للصحیح
فی الاحتجاج بہ چہارم اگر فرض بھی کیا جاوی کہ یہہ حدیث تعدد طرق سے جبر پاکر لایق
احتجاج ہو سکتی ہے تو بھی یہہ امر مفید مدعای خصم اوسوقت ہوگا جبکہ اوسکی طرق کا تعدد
ثابت کری ورنہ مجرد امکان اسکے تعدد کا اور صحت قاعدہ تعدد کی مفید مدعای خصم کب ہو سکتی
ہے اور صاحب عقل وحیا بدون ثابت کرنے تعدد طرق ایک ضعیف حدیث کی دعوی اوسکی
حسن لایق احتجاج ہونیکا بنظر تعدد طرق کب کر سکتا ہی - اب اگر کسی صاحب کو ہماری اس بات سی ترم

آدمی یا اظہار حق دل مین ہو تو ثابت کرے کہ راوی اس حدیث کا سوای ابراہیم بن عثمان یعنی ابو شیبہ کے کوئی اور بہی ہے اور اوسکی سند کا تعدد فلان فلان طرق سے ہوسکتا ہے -

اور یہہ جو معترض نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اور احادیث صحیحہ اور اعمال صحابہ سے قوت پائی ہے یہہ دلیل اس بات کی ہے کہ معترض فن اصول حدیث سے جاہل ہے اصولیون کے نزدیک تقویت ایک حدیث کی مضمون کی اور احادیث سے دلیل تعدد اوسکی طرق کی نہین گنی جاتی وہ لوگ ان مویدات کو شواہد کہتے ہین نہ طرق اوس حدیث فرد کے **قول مفتی** جو حضرت عمر رض سے روایت بیس رکعت کی نقل کرتے ہین وہ ضعیف ہے اسلیے کہ اسکے راوی یزید بن رومان نے حضرت عمر رض کو نہین دیکہا چنانچہ کبیری مین یہہ اقرار ہے سوا اسکے اور کوئی حدیث صحیح کتاب ملتزم الصحیح یا منصوص الصحۃ پائی نہین جاتی **اعتراض معترض** جو تہی صفحہ مین تو اسپر اتنا ہی ہے - کہ ہم تصحیح اس حدیث کی مع اور دو حدیثون کے کرینگے پہر اسکی عدم وفا کی اور اپنی لیاقت تمامی صفحہ ۶ و ۷ و ۸ مین کی ہے جسکا مضمون یہہ ہے کہ جو مفتی نے جرح اس حدیث مین کلام صاحب کبیری سے اوسکو ثقہ جانکر سند پیش کی ہے اسکا جواب بہی ہم کبیری سے نقل کرتے ہین اور اگر مفتی شتر مرغی نہ ہوتے تو اور مسایل بہی جو کبیری سے مستفاد ہین بیان کرتے ہین پہر صفحہ ۷ مین کبیری سے جواب اسکا یہہ نقل کیا ہی کہ حدیث یزید بصورت اس جرح کی منقطع ہوئی اور حدیث منقطع ہماری نزدیک اور امام مالک کے نزدیک حجت ہے پہر دوسرا جواب بلا ربط و بدون ضبط صفحہ ۸ مین دیا ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ مین شاہ ولی اللہ نے لکہا ہے کہ باتفاق اہل حدیث تمام احادیث موطا کی صحیح ہین اور کوئی مرسل و منقطع اسمین نہین پہر اسکی عبارت نقل کرکے کہا ہے دیکہو مفتی نے اس عبارت سے چشم پوشی کی اور ایک مقلد حنفی یعنی صاحب کبیری کی روایت لی لی اور اگر اسکو محدث اور شاگرد ابن ہمام کا سمجہکر اسکی بات سند لی ہے تو چاہیے تہا کہ اسکی دوسری روایت بیس رکعت کی بہی لے لیتا وہ روایت یہہ ہے جو صفحہ ۷ مین سایب بن یزید سے نقل کی ہے کہ کہا اسنے کہ تہی لوگ قیام کرتے عہد حضرت عمر مین بیس رکعت اور عہد عثمان و علی مین مثل اسکی اور کہا کہ روایت کیا اسکو بیہقی نے باسناد صحیح پہر کہا کہ مغنی مین ہے علی مرتضی سے کہ اونہون نے ایک شخص کو امر کیا کہ نماز پڑہاوے انکو بیس رکعت اور کہا کہ یہہ مثل اجماع کی ہے

اور اس سے پہلے صفحہ ۶ مین کبیری سے یہہ نقل کیا ہی کہ امام مالک کے نزدیک ۳۶ رکعت با ستدلال
عمل اہل مدینہ تہے پہر عبارت کبیری سے یہہ مسایل منقحانہ استنباط کئے ہین ١ بیس رکعت مذہب
جمہور ہے ٢ سند انکی حدیث سایب بن یزید ہے ٣ - اسناد انکی صحیح ہے ۴ معمول عہد عمر و
عثمان و علی رض ہی ہے ۵ - یہہ کالاجماع ہے ۶ حدیث یزید اگرچہ منقطع ہے لیکن حنفیہ کے
کے نزدیک حجت ہی ۷ - سند امام مالک ۳۶ رکعت مین عمل اہل مدینہ ہے پہر اس مسئلہ ہفتم کی
تائید مین عبارات دراسات نقل کئے ہین جسمین عمل اہل مدینہ کو اقوی دلایل کہا ہے پہر کہا ہی صفحی
نے کبیری کی ایک بات لیکے مطلب کی یعنی جرح انقطاع سند لی اور باقی فواید سی اعراض کیا
اور اسکو بزعم خود شتر مرغی سے تعبیر کیا ہے پہر صفحہ ۸ مین یہہ سوال کیا ہے کہ موطا مین سایب
بن یزید سی گیارہ رکعت پڑہانی کی حضرت عمر رض سے روایت ہی جو روایت بیس رکعت مرویہ
بیہقی مندرجہ کبیری متمسکہ جمہور کے معارض ہے پہر اسکا جواب بیہقی سے بواسطہ محلی نقل کیا کہ گیارہ
رکعت اول پڑہائی گئی تہین پہر بیس رکعت پر قرار ہوا پہر سوال عاید کیا کہ روایت موطا گیارہ
رکعت کی تو طبقہ اولی سے ہے اور روایت بیہقی بیس رکعت کی طبقہ ثالثہ سے پس قوت مین
اسکی برابر نہوئی اسکا جواب یہہ لکہا ہے کہ طبقہ ثالثہ کی احادیث سی جہابذہ فن حدیث حفاظ
اسماء الرجال و علل حدیث عمل کر سکتی ہین اور جبکہ ابن عبد البر و شاہ ولی اللہ و عبد الحق و
صاحب کبیری نے اسناد اس حدیث کو صحیح کہا ہے تو موطا سے قوت و صحت مین زیادہ ہوگئی
پہر صفحہ ۹ مین واسطے تائید حدیث بیس رکعت کے شیخ عبد الحق سے نقل کیا ہے کہ جو صحابہ و
تابعین وغیرہم مین مشہور و مقرر ہوگیا ہے وہ بیس رکعت ہی ہین پہر حجۃ اللہ البالغہ سی نقل
کیا ہے کہ صحابہ نے قیام رمضان مین تین چیزین زیادہ کی ہین اول اجتماع مساجد مین دوم
ادای اول وقت سوم ادای بیس رکعت - یہہ ہمنی مضمون اسکی تمام عبارت کا جو متعلق
اثبات بیس رکعت کے تہا بلا کمی و زیادتی نقل کیا ہے اور جو امر اس بحث سی اجنبی تہا جیسے
روایات گیارہ رکعات معمولہ نبوی یا روایات تطویل قراءۃ یا حدیث اعرج متضمن ۸
رکعت تہی انکو اسلئی چہوڑ دیا ہے کہ انکو نفی و اثبات بیس رکعت سے کچہہ تعلق نہ تہا اور نہ انکو
ہماری مشرب سی مخالفت اور وجہ تبدیل سیاق مضامین اعتراض کی یہہ ہے کہ وہ عبارت

اسکی سراسر لغو او رمضامین اسکے پراگندہ تہی اگر ہم اسکو بعینہٖ نقل کرلیتے تو ہمکو بہی اسکی جواب مین یہہ ایک
اختیار کرنی پڑتی - ناظرین اگر اسکی عبارت کو دیکہین تو داد انصاف دیکر کہین کہ طرز بیان بتغیر صورۃ
اسکی بعلمی کے سبب سے خراب ہے مناسب یہی تہا جو یہان اختیار کیا گیا اب جواب اسکا لکہا
جاتا ہے تا واضح ہو کہ یہہ جو جواب مین جرح انقطاع کی کہا ہے کہ مرسل ہماری اور مالک کے نزدیک
حجت ہے اسکا جواب یہہ ہی کہ کہنا اس بات کا بمقابل خصم کے جو مرسل اور منقطع کو حجت نہ جانے
دلیل حماقت کی ہے - تمہاری اور مالک کے نزدیک حجت ہونا اسکا کون پوچہتا ہے اور کون
سنتا ہے یہان تو دلیل بحث ہی ہے جو مرسل کو ضعیف اور مردود کرتی ہے وہ یہہ ہے کہ راوی محذوف
معلوم نہین صحابی ہے یا غیر صحابی اگر صحابی ہو تو کلام نہین اور اگر غیر صحابی ہے تو اسکی
ثقہ ہونے کا تفحص لازم ہے چنانچہ شرح نخبہ کی صفحہ ۳۸ و ۳۹ مین لکہا ہے وانما ذکر ای المرسل
فی قسم المردود للجہل بحال الراوی المحذوف لانہ یحتمل ان یکون صحابیا
ویحتمل ان یکون تابعیا لعدم تقییدہم بالروایۃ عن الصحابۃ وعلی الثانی یحتمل
ان یکون ضعیفا ویحتمل ان یکون ثقۃ لعدم تقییدہم بالروایۃ عن الثقات
وعلی الثانی ای علی تقدیر کونہ ثقۃ یحتمل ان یکون حمل عن صحابی ویحتمل ان
یکون عن تابعی آخر وعلی الثانی فیعود الاحتمال السابق ویتعدد ای یرتقی لا الی حد
اما بالتجویز العقلی فالی ما لا نہایۃ لہ واما بالاستقراء فالی ستۃ او سبعۃ وہو
اکثر ما وجد من روایۃ بعض التابعین عن بعض ہذا ای کون المرسل حدیثا
ضعیفا مردودا لا یحتج بہ عند جماہیر المحدثین صحیح مسلم کے صفحہ ۲۲ مین ہے وا
لمرسل من الروایات فی اصل قولنا وقول اہل العلم بالاخبار لیس بحجۃ اور
ایسا ہی اسکی شرح مین ہے اور جو دوسرا جواب ارسال انقطاع کا معترض نے دیا ہے کہ حجۃ اللہ
البالغہ مین شاہ ولی اللہ نے فرمایا ہے کہ تمام حدیثین موطا کی باتفاق اہل حدیث صحیح ہین کوئی
اسمین مرسل اور منقطع نہین یہہ محض کذب ہے یہہ ویسی ہی مثل ہے کہ دروغ گو ہم یہہ ہو عبارت
حجۃ اللہ مین جو صفحہ ۴ مین رسالہ کے منقول ہے اس سے یہہ بات ہرگز نہین نکلتی اسکا مطلب یہہ ہے
کہ باتفاق اہل حدیث احادیث موطا کی امام مالک اور اسکے موافقون کے نزدیک صحیح ہین

بیہ کہ سب کے نزدیک یا واقع مین اور مرسل اور منقطع کا وجود اوسمین مانکر اوسکی صحت اس نظر سے کہی ہے کہ وہ اور جگہ سندین رکھتی ہین نہ یہہ کہ منقطع اور مرسل اوسمین ہی ہی نہین اور دوسری جگہ مین اونکی اسانید پائی جانے سے صحت اونکی تسلیم کرلی یہہ بہی ایک امر اعتقادی تقلیدی ہے اور مقلدین امام مالک پر حجت نہ استدلالی و تحقیقی جسکی تسلیم ہر ایک پر واجب ہو اور واقعیت اسکے ثابت ہے چنانچہ صریح عبارت شاہ صاحب کے کتاب مصفی شرح موطا مین اسپر ناطق ہے چنانچہ فرماتے ہین وگفت حافظ ابن حجر کتاب مالک صحیح عنده وعند من یقلده علی ما اقتضاه نظره من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرهما پس یہہ بات اونکی طالب تحقیق کے سامنے جو امام مالک کا مقلد نہ ہو کب حجت ہوسکتی ہے - اب ہم وہ عبارت حجة الله کی نقل کرتے ہین جس سے معترض کا کذب ثابت ہو شاہ ولی الله صاحب فرماتے ہین اتفق اهل الحدیث علی ان جمیع ما فیه صحیح علی رای مالک ومن وافقه واما علی رای غیره فلیس فیه مرسل ولا منقطع الا وقد اتصل السند به من طرق اخری فلا جرم انها صحیحة من هذا الوجه اسمین ناظرین لفظ علی رای مالک ومن وافقه کو اور لفظ من هذا الوجه کو ملاحظہ فرماوین تا کہ معترض کا کذب ثابت ہو اور یہہ جو معترض نے کہا ہے کہ مفتی نے عبارت حجة الله سے چشم پوشی کی اور ایک مقلد حنفی کے کلام سے سند پکڑی اسکا جواب یہہ ہے کہ عبارت حجة الله مقلد امام مالک کے واسطے سند ہی نہ محقق کے واسطے اور نقل کرنا عبارت مقلد حنفی کا تمہین مقلدون کے الزام کے واسطے ہے نہ یہہ کہ ہم اوسکو علماء حدیث سے جانتے ہین اور یہہ جو کہا ہی کہ روایت سائب بن یزید کی بیس رکعت مین کبیری سے کیون نقل کی اسکا جواب یہہ ہے کہ ہمارے نزدیک وہی مثل حدیث یزید بن رومان کی غیر معلوم الصحة ہی اور جو صحیح ہونا اوسکی اسناد کا صاحب کبیری اور صاحب محلی سے نقل کیا ہے وہ کان لم یکن ہے صاحب کبیری حلبی ابن ہمام کا شاگرد ہے جو آٹھوین صدی مین ہوا ہے اور صاحب محلی مولوی سلام الله شیخ عبد الحق کی اولاد مین سے ہی یہہ لوگ اس منصب کے نہین ہین کہ انکے صحیح کہنے سے صحت حدیث کی مانی جاوے امام ابن الصلاح جو چھٹی صدی کا امام ہے اوسنے اپنے زمانہ مین صاف کہا ہے کہ آجکل حکم بصحت احادیث مجرد اسناد دیکھنے سے جایز نہین ہے بلکہ واسطے اثبات صحت کی ہمکو اعتماد ائمہ حدیث پر واجب ہے ہم

اوس حدیث کو صحیح کہین کے سوا ایمہ حدیث سلف نے صحیح کہا ہویا وہ کتاب ملتزم الصحۃ
مین پائی جاوی جب ان اکابر کا یہ حال ہے تو پہر کبیری اور محلی کی کون سنتا ہے اور سر
اسمین یہ ہے کہ صحت حدیث مین چار شرطین لازم ہین اول ثقہ ہونا رجال کا دوم اتصال
ثبوت لقاء وسماع ہر ایک راوی کا اپنے مروی عنہ سے سوم نفی شذوذ چہارم نفی علۃ چنانچہ
کتب اصول مین مصرح ہے اور علم تحقق ان سب شروط کا سوائی ایمہ سلف کے جو حفاظ احوال رجال
ومتون تہے کسیکو نہین خصوصا علم علت حدیث کہ اوسکی جاننے والی سلف مین بہی کم لوگ تہی
پس صاحب کبیری وصاحب محلی کو ان امور کے علوم سے کیا نسبت ہے مفتی نے اسیواسطی اصل فتوے
مین کہدیا تہا کہ سوای اسکی کوئی حدیث کتاب ملتزم الصحۃ یا منصوص الصحۃ کی پائی نہین جاتی
جسکا محرر ان رسالہ نے بغیر سمجہنے مطلب کے یہہ جواب دیا ہے کہ اسکو محلی اور کبیری نے صحیح کہا
ہے جیسا کسی لایعقل نے کسی عاقل کے جواب مین اسطرح کہا تہا کہ مین سوال تو تمہارا سمجہا نہین
لیکن جواب دیدیتا ہون اب ہم عبارت ابن الصلاح کی واسطی تصدیق اپنے دعوی کے نقل کرتے
ہین قال فی کتاب معرفۃ علوم الحدیث المشہور بالمقدمۃ - اذا وجدنا فی ما یروی
من اجزاء الحدیث وغیرہا حدیثا صحیح الاسناد ولم نجدہ فی احد الصحیحین فانا لا نتجاسر
علی جزم الحکم بصحتہ فقد تعذر فی ہذہ الاعصار الاستقلال بادراک الصحیح
بمجرد اعتبار الاسانید لانہ ما من اسناد من ذلک الا ونجد فی رجالہ من
اعتمد فی روایتہ علی ما فی کتابہ عریا عما یشترط فی الصحیح من الحفظ والضبط والاتقان
فآل الامر اذا فی معرفۃ الصحیح والحسن الی الاعتماد علی ما نص علیہ ائمۃ الحدیث
فی تصانیفہم المعتمدۃ التی یؤمن فیہا لشہرتہا من التغیر والتحریف وصار معظم
المقصود بما یتداول من الاسانید خارجا عن ذلک ابقاء لسلسلۃ الاسناد
التی خصت بہا ہذہ الامۃ الی ان قال ثم ان الزیادۃ فی الصحیح علی ما فی الکتابین
یتلقاہا طالبہا مما اشتمل علیہ احد المصنفات المعتمدۃ المشہورۃ لائمۃ الحدیث
کابی داود السجستانی وابی عیسی الترمذی وابی عبد الرحمن النسائی وابی بکر ابن
خزیمہ وابی الحسن الدارقطنی وغیرہم منصوصا علی صحتہ ولا یکفی فی ذلک مجرد

کونه فی کتاب ابی داود وکتاب الترمذی وکتاب النسائی وسائر من جمع
فی کتابه بین الصحیح وغیره ویکفی مجرد کونه موجودا فی کتب من اشترط منهم
الصحیح ککتاب ابن خزیمه تمام ہوا کلام ابن الصلاح کا اور یہی کافی ہے جواب مین اوس قول
معترض کے جو صفحہ ۹ مین کہتا ہے کہ شیخ عبد الحق وشاہ ولی اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے
معہ مطالبہ نقل و استغنا محل کلام شاہ ولی اللہ کے کہ اونہون نے کس جگہ اس حدیث کی تصحیح کے
ہے اور یہہ جو معترض نے کہا ہے کہ ابن عبد البر نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے آمین اولاوہ مطالب
بنقل ہی بیان کری کہ ابن عبد البر نے اس حدیث کو کہان صحیح کہا ہے یا کسی نے اوس سے تصحیح
اس حدیث کی نقل کی ہے رسالہ معترض مین کہین نشان اسکا مذکور نہین اور اگر آئندہ کوئی
ناصر اس مذہب کا ابن عبد البر کے کلام کا نشان تبلادے یا کسی اور محدث سے تصحیح اس حدیث
کی نقل کرے تو پھر اس حدیث کا ہم روایات ذیل سے معارضہ کرینگے مصنف ابن ابی شیبہ مین ہے
عن السائب بن یزید انه قال قال عمر بن الخطاب لابی بن کعب وسلیمان بن ابی حثمه
ان یقوما للناس باحدی عشر رکعة ترجمہ روایت ہے سایب بن یزید سے کہ تحقیق سایب
بن یزید نے کہا کہ کہا عمر بن الخطاب نے ابی بن کعب اور سلیمان بن ابی حثمہ سے کہ تراویح پڑہاوین وہ دونون
لوگون کو گیارہ رکعت اور موطای امام مالک مین ہے عن السایب بن یزید قال امر عمر بن
الخطاب ابی بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشر رکعة ترجمہ
روایت ہے سایب بن یزید سے کہ کہا سایب بن یزید نے کہ امر کیا عمر بن الخطاب نے ابی بن کعب اور
تمیم الداری کو کہ تراویح پڑہاوین وہ دونون لوگون کو گیارہ رکعت اور سنن سعید بن منصور
مین ہے حدثنا عبد اللہ بن محمد حدثنی محمد بن یوسف سمعت السایب بن
یزید یقول کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب باحدی عشر رکعة ترجمہ بیان
کیا ہمسے عبد اللہ بن محمد نے کہا عبد اللہ بن محمد نے کہ بیان کیا ہمسے محمد بن یوسف نے کہا محمد بن
یوسف نے کہ سنا مین نے سایب بن یزید سے کہ کہتے تھے سایب بن یزید کہ تھے ہم تراویح پڑہتے
زمانہ عمر بن الخطاب مین گیارہ رکعت اور قیام اللیل مصنفہ محمد بن نصر المروزی مین ہے حدثنا
محمد بن اسحاق حدثنی محمد بن یوسف عن جدہ السایب بن یزید قال کنا نصلی

مصنف ابن ابی شیبہ

یہ روایات اربعہ بھی رسالہ امداد الہ سے نقل ہوئی ہین الا روایة موطا

سنن سعید بن منصور

قیام اللیل

فی زمن عمر رضؓ فی رمضان ثلث عشرة رکعة یہ بیان کیا ہے محمد بن اسحق نے کہا بیان
کیا ہے محمد بن یوسف نے کہ روایت کرتے تھے محمد بن یوسف اپنے دادا سایب بن یزید سے کہا
سایب بن یزید نے کہتے تھے ہم نماز پڑھتے بیچ زمانہ حضرت عمر رضؓ کے رمضان میں تیرہ رکعت
.... یہہ دو روایتیں اخیر کی محلی
شرح موطا میں بھی موجود ہیں اور معترض نے جو ان احادیث کو تابع روایت بیہقی بیس رکعت
والی کی کیا ہے اسطرح کہ پہلے گیارہ رکعت کا وقوع ہوا ہے پھر بیس رکعت پر قرار ہو گیا
اور اس بات کو بواسطہ محلی بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے یہہ محض تخمین ہے اور نسبت
اسکی طرف بیہقی کی بواسطہ محلی کذب اور باطل ہے محلی مین یہہ ہرگز نہین ہے کہ بیہقی نے یہہ
تطبیق کی ہے بلکہ یہہ بات صاحب محلی نے اپنی طرف سے کہی ہے عبارت اوسکی یہہ ہے
عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب فی
رمضان بثلث وعشرین رکعة قال البیہقی والثلث هو الوتر ولا ینافیه الروایة
السابقة احدی وعشرة رکعة فانه وقعا ولا ثم استقر الامر علی العشرین فانه
المتوارث فروی البیہقی فی المعرفة باسناد صحیح عن السایب بن یزید انهم
کانوا یقومون علی عهد عمر بعشرین رکعة وفی عهد عثمان وعلی مثله
اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کلام بیہقی اسمین فقط یہی ہے کہ الثلث هو الوتر
فقط اور لاینافی سے فانه المتوارث تک کلام صاحب محلی کا ہے جسپر وہ روایت بیہقی
کو سند لایا ہے اگر وہ کلام بیہقی کا ہوتا تو اوسکی تایید مین فروی البیہقی نہ کہا جاتا قطع
نظر اس کذب سے اور اس بات سے کہ بیہقی نے یہہ بات کہی ہے یا صاحب محلی نے یہہ کلام
فی نفسہ ہی مبنی تخمین محض معلوم ہوتا ہے روایت بیہقی سے کہ حضرت عمر کے وقت مین بیس
رکعت پڑہی گئیں یہہ کہاں معلوم ہوتا ہے کہ آخر وہی تہین اور گیارہ پہلی اس سے ہو سکتا
ہے کہ پہلے بیس پڑہی گئی ہون پھر تخفیف کرکے گیارہ یا یہہ کہ کبہی یہ اور کبہی وہ الغرض استقرار
بیس کا آخر مین اوس روایت سی معلوم نہین ہوتا اور اگر یہان سے اشتباہ ہوا ہو کہ حضرت
علی اور عثمان کے زمانہ مین جو بیس ہوئین ہی حضرت عمر کی زمانہ مین بہی آخر ہونگی تو دفع

اسکا یون ہوسکتا ہے کہ ان دونون مین کچھہ منافات نہین جو حضرت علی و عثمان کے وقت مین ہوا تہی وہی حضرت عمر رض کی عہد مین ٹہیر چکا تہا اور جو معترض نے روایت بیس رکعت کو روایت گیارہ رکعت پر ترجیح دی ہے اسطرح کہ اسکو جہابذہ فن وحفاظ اسماء الرجال وعلل حدیث نے صحیح کیا ہے اگرچہ گیارہ رکعت کی روایت کتاب طبقہ اول کی روایت ہی اسکا جواب گذر چکا کہ ابن عبد البر کی تصحیح کا تمہ نشان نہین دیا باقی لوگون کی تصحیح کا پتا نہین اور نہ وہ حفاظ اسماء الرجال وعلل حدیث کی ہین اگر تمکو فن حدیث سی کچھہ مناسبت ہوتی تو تم ان لوگون کو حفاظ و اسماء الرجال وعلل حدیث نہ کہتی آپ اگر کوئی ہمسے پوچھی کہ درصورت ثبوت وصحت حدیث بیس رکعت کی حضرت عمر سے تم کسطرح دفع تعارض اوس حدیث کا ساتھہ احادیث گیارہ رکعت کی کروگی تو ہم اسکے جواب مین کہین گے کہ احادیث گیارہ رکعت کو احادیث بیس پر ترجیح دینگے اسوجہ سے کہ وہ موافق ہے احادیث مرفوعہ صحیحہ بلا نزاع کی اور کیا جمع کرینگے اسطرح کہ کبھی بیس رکعت پڑہی گئین اور کبھی گیارہ چنانچہ یہہ امر اکثر امور متعارضہ مین کہا جاتا ہے پھر بعد جمع وتطبیق کے بھی اولی بالعمل حدیث گیارہ رکعت ہی کو کہین گے اسلئی کہ وہ فعل نبوی کے موافق ہے اور اسمین اتباع حضرت رسالت وصحابہ سب کا ممکن ہے بخلاف بیس رکعت والی حدیث کی کہ اتباع نبوی اسمین ہاتہہ سے جاتا ہے چنانچہ وجہ اسکی رد مین اوس اعتراض معترض کے جو اخیر قول بیہقی کے متعلق ہے آویگی انشاء اللہ تعالی اور یہہ تقریر جو بجواب حدیث سائب بن یزید بروایت بیہقی یہانتک تحریر مین آئی ہے یہی جواب ہے اوس روایت بیس رکعت کا کہ مغنی سے صاحب کبیری نے نقل کی ہے اور جو اس سے فایدہ مستنبط کیا ہے کہ یہہ مثل اجماع کی ہے یہہ مردود ہے خصم اس روایت کی صحت ہی نہین مانتا تو اسکے فواید کا وہ کب قایل ہوسکتا ہے اور بعد تسلیم صحت روایت کا لاجماع ہونا اسکا ممنوع ہے اجماع مین تو خلاف ایک شخص کی مخل عقد حجت ہوتا ہے چنانچہ کتب اصول مین ہے خلاف الواحد مانع ہیں جسکو کالاجماع کہین اسمین اسقدر تو ہو کہ اسمین جانب خلاف مین ترجیح ہو اور یہان حدیث گیارہ رکعت مرجح ہی کہ اول اوسپر عمل حضرت رسالت کا رہا جو ساری جہان کے مقابلہ مین وہ ایک ہی کافی تھے مین پوئید قولہ تعالی ان ابراہیم کان امۃ پھر صدیق اکبر سے بھی اسکا خلاف نہ ہوا پھر حضرت عمر سے

اوسی روایات بہی ہے پس کالاجماع ہونا اوس روایت کا کیا معنی رکہتا ہے اور جو روایت چہتیس رکعت کی معمولہ امام مالک معترض نے نقل کی ہے اور اوسکی بعد تعامل اہل مدینہ ٹہیراکر اوسکی عبارت دراسات سے تائید کی ہے شاید اسکو معترض نے واسطے اثبات زیادتی کے کیا ہے بیس رکعت پر وارد کیا ہے لیکن وہ یہہ سمجہا کہ جیسے اسکو گیارہ رکعت پر زیادت ہے اور اس سے مخالفت ہے ویسے ہی بیس رکعت سے بہی ہے بس ایسی روایت کی وارد کرنے سے جو معترض کے اپنے ہی مذہب کو بگاڑتی ہے کیا فایدہ اور اگر اس ارادہ سے اسکو لایا ہے کہ بوقت روایت الزام خصم اس روایت کو صحیح سمجہکر پیش کرینگے اور جب کوئی ہمپر بطور الزام یہہ روایت پیش کریگا تو اسکو غیر صحیح کہکر اسپر عمل کرنے سے انکار کرینگے تو یہہ بعینہ وہی شتر مرغی ہے جسکا خصم پر طعنہ کیا ہے اور نیز یہہ مصداق ہے اس آیہ کا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ اور اس آیہ کا أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ اور اس حدیث کا جو اسامہ سے مشکوٰۃ مین بصفحہ ۴۳۶ مروی ہے قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يجاء بالرجل يوم القيمة فيلقى في النار فتندلق اقتابه في النار فيطحن فيها كطحن الحمار برحاه فيجتمع عليه اهل النار فيقولون اى فلان ما شانك أليس كنت تامرنا بالمعروف وتنهانا عن المنكر فقال كنت امركم بالمعروف ولا اتيه وانهاكم عن المنكر واتيه متفق عليه۔ اب ہم قطع نظر اس سے جواب اس روایت کا تحریر کرتے ہین پس سننا چاہیے کہ اولا تو جواب اسکا جو رسالہ مخاطبین بصفحہ ۔ کبیری شرح منیہ سے منقول ہے چنانچہ کہا ہے وما احتج به من عمل اهل المدينة ليس بحجة لانهم يصلون فرادى بين كل ترويحتين باربع ركعات في مقابلة طواف اهل مكة اسبوعا بين ترويحتين انتهى اور علاوہ اسکے تعامل اہل مدینہ جو مستند طرف کتاب وسنتہ کی نہو اور نہ اون امور سے جو متوارث ہین شارع سے جیسے اذان اقامت وصاع ومد اور علما کی نزدیک بہی حجت نہین چنانچہ مسلم الثبوت مین مباحث اجماع مین ہے مسئلة عن مالك ينعقد الاجماع بالمدنية وحده قيل محمول على تقديم الرواية وقيل على المنقولات المستمرة كالاذان والاقامة والصاع اور جو عبارت دراسات اللبيب تائید مین حجت ہونی عمل اہل مدینہ کی درباب چہتیس رکعت کی معترض نے نقل کی ہے اوس سے

چھتیس رکعت کی تائید نہیں نکلتی معترض نے بے سمجھی سوچے مطلب عبارت کی اور بھی وسبب اور
کی ہے پس سننا چاہیئے کہ وہ عبارت دو وجہ سے مثبت ومؤید چھتیس رکعت نہیں ہے اول
یہہ کہ اس عبارت میں عمل اہل مدینہ کا اس باب میں حجت ٹھیرایا ہے جسکا طریق وسبیل نقل
ہی ہے یعنی شارع صلعم سے نہ اجتہاد علما چنانچہ الفاظ عبارت دراسات کی اسیر شاہ ہیں
جو صفحہ میں رسالہ معترض کے منقول ہیں حیث قال عمل اهل المدينة حجة فيما طريقه
النقل الخ اور یہہ چھتیس رکعت اوپر سے بالیقین منقول نہیں ہیں بلکہ اجتہاد سے علمای مدینہ
کی جاری ہوئی ہیں اونہوں نے جب یہ دیکھا کہ اہل مکہ مابین ترویح کی طواف کعبہ کرتے ہیں اور اہل مدینہ
کو یہہ فضیلت میسر نہیں ہے تو اونہوں نے بجای طواف چار رکعتیں مقرر کرلیں چنانچہ کرمانی سے
عنقریب نقل ہوچکا ہے اور شیخ عبد الحق نے بہی ماثبت بالسنة میں لکہا ہے قال مالك ويروى
عن الشافعي ايضا انها ست وثلثون او تسع وثلثون مع الوتر وهو عمل اهل المدينة خاصة
قالوا السبب في ذلك ان اهل مكة يطوفون بالبيت سبوعا ويصلون ركعتي
الطواف بين ترويحتين واهل المدينة لما بعدوا من ادراك هذه الفضيلة صلوا
بين ذلك اربع ركعات ويسمونه الست عشرية واستمر عادتهم على ذلك الى
الان وقد يروى ذلك عن عمر وعلي رض لكنه غير مشهور عنهما تو صاحب دراسات
کی نزدیک یہہ عمل اہل مدینہ کا جسکی بنا اجتہاد پر ہے نہ نقل پر حجت نہ ہوگا وجہ دوم صاحب
دراسات نے عمل مدینہ بمقابلہ حدیث صحیحین کے حجت نہیں مانا چنانچہ صفحہ ۲۴۳ میں دراسات کے
کہا ہی وعندی هذا الحكم بتقديم عمل اهل المدينة المعظمة على الحديث الصحيح في حديث غير الصحيحين
بعد تدوينهما فان ما اخرجه الشيخان قد تلقته الامة بالقبول ومن جملتهم اهل سوادهما مالك
آگے اسکے مثال بہی لکہی ہے حدیث صوم لی ولی کی طرف سے سینہ کی اور یہہ تعامل چھتیس رکعت
کا حدیث صحیحین کے جو گیارہ رکعت میں مروی ہے مخالف ہے لہذا یہہ تعامل صاحب دراسات کے
نزدیک حجت نہوگا اس سے ثابت ہوا کہ یہہ عبارت بشہادت دو وجہ تائید سی حجیت عمل مدینہ کے
واسطے چھتیس رکعت کی قاصر ہے اور جو معترض نے شیخ عبد الحق سے دعوی استقرار بیس
رکعت کا نقل کیا ہے جواب اسکا ماسبق میں موجود ہے کہ یہہ دعوی محتاج سند ودلیل ہے اور خود

شاہ ولی اللہ صاحب سے نقل کیا ہے کہ صحابہ نے تین چیزین بڑہالی ہین اجتماع مساجد مین
وقیام اول شب و بیست رکعت انمین سے شرح دو امر اول ثانی کی توہم خبر مین اس رسالہ کے
کرینگے امر ثالث یعنی بیس رکعت کی متعلق پہلے ہی فتوی مین لکھا جا چکا ہے کہ یہہ بنا بر
قول روایات حنفیہ کے جو اس باب مین مروی ہین یہہ بات اونہون نے فرمائی ہے جیسی ترمذی
نے جامع مین بیان مذاہب مین بلا اسناد لکھدیا ہے کہ حضرت عمر و علی سے بیس رکعت کی روایت
ہے پس جو کوئی مقلد ترمذی یا شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے اوسکی واسطے دستاویز ہو سکتی ہے
اور جو طالب دلیل و سند و تحقیق کا ہے اُسکے لئے منقطعات محذوف الاسانید کب حجت ہین
یہہ تو ہین جوابات مضامین اعتراض متعلق حدیث بیس رکعت اب رہا جواب اس بات کا ،
جو معترض نے کہی ہے کہ اگر مفتی شتر مرغی نکرے تو ہم اور مسائل جو عبارت کبیری سے نکلتی ہین
بتر نقل کرتے ہین جنکی تفصیل مضمون اعتراض کی ضمن مین گذری پس سننا چاہیے کہ
شتر مرغی اسکو کہتے ہین کہ ایک بات کو اپنی فائدہ کے لئے قبول کر لیتا اور جب اوس سے مطلب
نکلے ہی تو اوسے رد کر دیتا چون شتر مرغی شمر این نفس را نی کشد بار و نہ پرد در ہوا
گر بپر گوئیش گوید اشترم ور نہی بارش بگوید طائرم اور یہہ بات مفتی پر صادق
نہین آتی اسلئے کہ اونہون نے کلام صاحب کبیری کو مستند جانکر اور اوس شخص کو ثقہ
جانکر نقل نہین کیا کہ اونپر یہہ بات صادق آوے اونہون نے تو اسکو تمہارا معتقد فیہ
سمجہکر اسکی بات کو تمہاری الزام کے واسطے نقل کیا ہے اس صورت مین تسلیم کرنا اسکی
سب بات کا اونپر کہان لازم ہے اگر وہ اسکے ان مسایل ہفتگانہ کو نمانین تو یہہ مثل اونپر
کہان صادق آتی ہے خصوصًا جس حالت مین کہ وہ مسایل ہفتگانہ واہی ہین اور پایۂ
لحاظ و اعتبار سے ساقط چنانچہ تفصیل اسکی بضمن تقاریر ابطال اعتراض معترض کی گذری
اس بیان سے ثابت ہوا کہ مفتی پر تو یہہ آپکی تہمت ہے کہ وہ ایک بات کو مطلب کے وقت
لے لیتے ہین اور وقت خلاف مطلب کے نہین لیتے آپ آپ فرمایئے کہ آپ لوگون مین تو یہہ بات
داخل تحقیق ہے اور ہر ذی علم پر روشن ہے پس اسکا آپمین معلوم نہین کیا جواب ہے پہلے خاص جناب
محرر رسالہ کی نسبت کہتا ہون کہ روایت بیس رکعت کو ہماری الزام کی واسطے صحیح معقول

جانکر پیش کر دیا ہے اور عبارات دراسات سے اسکی تائید بھی کی ہے لیکن اگر کوئی اس روایت پر
عمل کرنے کے لئے متقاضی ہو تو اسی موہنہ سے فرمانے لگین کہ یہہ آیت ہمارے لیے لائق عمل
و قبول نہیں ہے اب آگے اور ہم مذہب حنفی بہائیون کی باتین معرض عرض مین لاتا ہون کہ
جہان قرآن مقید مطلب معلوم ہوتا ہے اور اوسکے بظاہر خلاف حدیث مذہب مخالف مین
پائی جاتی ہے جیسی قرأت فاتحہ خلف الامام مین ظاہر آیت اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا
لَہٗ وَاَنْصِتُوْا منع قرأت بوقت جہر امام ہے اور حدیث صحیح لاتقرؤا بشئ من القران
اذا جهرت به الا بامّ القرآن فانه لا صلوة لمن لم يقرء بها اسکے مجوز بلکہ موجب ہے
تو ایسے محل مین کہتے ہین کہ ہمارا قرآن پر عمل ہے اور یہہ حدیث خبر واحد ظنی الثبوت بمقابل
قرآن قطعی الثبوت کے حجت نہین پہر اگر کوئی کہے کہ ظاہر اطلاق قرآن اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ
مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ مشعر اداے وجوب جمعہ ہے ہر مقام مین خواہ شہر
ہو خواہ گانو اوسمین تہوڑے ہی مسلمان ہون خواہ بہت بادشاہ وقت ہو یا نہو پس تم اس بات مین
قرآن کو کیون نہین مانتے کہ جمعہ کو دیہات مین فرض نہین کہتے تو اوسکے جواب مین کہتے ہین
کہ ہمارا حدیث پر عمل ہے جو ہدایہ مین ہے لا جمعة ولا تشريق ولا فطر الا في مصر جامع
جسکو حدیث بہی صاحب ہدایہ ہی نے کہا ہے درحقیقت وہ قول علی مرتضی ہے پہر معنی مصر وہ
لیے ہین جو کرخی نے اختیار کیے ہین یعنی مصر وہ ہے جسمین امیر ہو اور قاضی ہو اور احکام شرع
کے جاری ہون اور کہتے ہین کہ اس حدیث نے اطلاق قرآن کو مقید کر دیا ہے اور واجب
العمل یہی ہے دیکہو یہان قرآن کو بمقابلہ ایک ظنی الثبوت کے چہوڑ دیا ہے یہہ بہی بحسب ظاہر
ہے ورنہ درحقیقت یہان اطلاق قرآن کو بقول ابو یوسف و کرخی کے چہوڑ رکہا ہے نہ بقول علی مرتضی
کے اور نہ بقول رسول صلعم کے دوسرے مثال کبہی حدیث صحیح کو جو مخالف مذہب کے ہوتی ہے
تو بمقابل قیاس متروک العمل کہہ دیتے ہین اور کبہی قیاس کو جو مخالف مذہب ہو بمقابلہ حدیث
کے اگرچہ ضعیف ہو متروک العمل کہہ دیتے ہین تیسری مثال کبہی آثار صحابہ کو قیاس پر بلکہ
سنت پر بلکہ امر مستفاد کلام اللہ پر مقدم کرتے ہین کبہی اسکا عکس تفصیل اسکی کتب ہیجو
و شروح صحیحین مین موجود ہے یہان بطور شہادت عبارت امام فخر الدین رازی کی جو

رسالہ ترجیح مذہب شافعی میں ہے لکھی جاتی ہے واما اصحاب الراى فان امرهم
فى باب الخبر والقياس عجيب فتارة يرجحون القياس على الخبر وتارة بالعكس
اما الاول فعنوان مذهبنا ان التصرية سبب مثبت للرد وعندهم ليس كذلك
ودليلنا ما اخرج فى الصحيحين لا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو
بخير النظرين بعد ان يحلبها ان رضيها امسكها وان سخطها ردها وصاعا من
تمر واعلم ان الخصوم لما لم يجدوا لهذا الخبر تاويلا البتة بسبب انه مفسر فى
محل الخلاف اضطروا الى ان طعنوا فى ابى هريرة فقالوا انه كان متساهلا
فى الرواية وما كان فقيها والقياس على خلاف هذا الخبر لانه يقتضى تقدير
خيار العيب بالثلث ويقتضى تقويم اللبن بصاع من تمر من غير زيادة
ولا نقصان ويقتضى انها تعوض فى مقابلة لبن حادث بعد العقد وهذه
الاحكام مخالفة للاصول فوجب رد الخبر لاجل القياس هذا كلامهم فى
ترجيح القياس على الخبر اما كلامهم فى ترجيح الخبر على القياس الجلى فهو من
وجوه احدها ان انتقاض الطهارة بصوت القهقهة فى الصلوة امر
ياباه القياس الظاهر ثم انهم اثبتوا ذلك بسبب خبر ضعيف ما قبله احد
من علماء الحديث وثانيها وهو اعجب من الاول انهم يقدمون عمل
الصحابة على القياس الجلى بل على الدليل المستفاد من نص القران اما الاول
فلانه اذا وقعت عصفورة فى بير وتفسخت قالوا تنزح منها عشرة ادلاء و
يصير الباقى طاهرا وصريح العقل يشهد بدفع هذا الحكم لان ماء البير
شئ متشابه الاجزاء فكيف يعقل ان يكون نزح بعض ذلك الماء سببا
لصيرورة الباقى طاهرا فعند هذا قالوا انما حكمنا بذلك لانه نقل عن
بعض الصحابة واما الثانى فلان البائنة فى مرض الموت صريح كتاب الله
يقتضى انها ليست زوجة له لانها لو كانت زوجة له لكان اذا ماتت يجب
ان يرث عنها لقوله تعالى ولكم نصف ما ترك ازواجكم الاية وبالاجماع

الزوج لا يرث منها فثبت انها ليست بزوجة له واذا ثبت هذا وجب ان لا ترث هی منه لان الربع نصیبا لزوجات فمنع ان یکون شئ منه نصیبا لهذه البائنة لدلیل ظاهر من کتاب الله تعالی فی هذه المسئلة ثم انهم قالوا انها ترث بدلیل ان عثمان بن عفان قضی بذلك فی حق تماضر زوجة عبد الرحمن بن عوف والعجب ان ابن عوف وابن الزبیر کانا مخالفین لعثمان فی هذه الفتوی ثم انهم قدموا فتوی عثمان فی هذه المسئلة علی ظاهر کتاب الله تعالی فثبت انهم تارة یقدمون القیاس علی الخبر وتارة یقدمون عمل بعض صحابة علی الکتاب وتارة یعکسون الامر فی هذه الابواب وذلك یدل علی ان طریقتهم غیر مبنیة علی قانون مستقیم انشد بعضهم

دین النبی محمد مختار ٭ نعم المطیة للفتی الاخبار ٭ ولربما غلط الفتی سبل الهدی ٭ والشمس واضحة لها انوار ٭ لا تعقلن عن الحدیث واهله ٭ فالرای لیل والحدیث نهار ٭ یہہ تین مثالین جو یہان مذکور ہوئین یہہ آپکے اصول مین ہین اور جو فروع اونپر متفرع کرتے ہین وہ بہت ہین اونکی تفسیر اگر لکھی جاوی تو دفتر ہو جاوی منصف داناکو اسیمین حال کھل جاویگا کہ ایک بات کو مطلب کے وقت لی لینا اور مخالف مطلب نظر آوی تو چھوڑ دینا کن لوگون کا شیوہ ہے ہمارا ہے یا مخاطبین کا

قول مفتی جسکو آنحضرت کے قول وفعل سے محبت ہوگی وہ آنحضرت کی فعل پر چلیگا اور جسکو اپنے بزرگون اور مشایخون سے زیادہ محبت ہوگی وہ اپنے بزرگون کے قول وفعل پر چلیگا

اعتراض معترض علامت محبت آنحضرت کی یہی ہے کہ اتباع سنت خلفاء راشدین کا بھی کرین نہ یہہ کہ کم ہمتی سے گیارہ رکعت پر اقتصار کرین اور فعل صحابہ کو بدعت کہین اور بیس رکعت پڑھنے والی کو تعریض کرین فعل مشرکین اور تقلید آبائی سے **جواب** بیس رکعت پڑھنے مین اتباع خلفاء راشدین جب متصور ہو جبکہ پڑھنا یا پڑھوانا بیس رکعت کا اونسے ثابت ہو اور اسکا ثبوت ہنوز معرض خفا مین ہے چنانچہ سابق مین بخوبی واضح ہو چکا ہے اور گیارہ رکعت پر اقتصار کرنے کو کم ہمتی کہنا طعن وتعریض ہے رسول خدا صلعم

پر اور صدیق اکبر اور حضرت عمر وغیرہ پر کیونکہ آنحضرت کا گیارہ رکعت پڑھنا بلا نزاع
ثابت ہے چنانچہ معترض نے صفحہ ۵ مین اسکا اقرار کیا ہے اور اسکی حدیث بہی نقل کی
ہے اور حضرت عمر رض کے وقت مین بہی گیارہ رکعت پڑھے جانے کا اوسکو اقرار ہے
چنانچہ صفحہ ۶ مین روایت سائب بن یزید سے یہہ امر اوسنے نقل کیا ہے اور عصر صدیقی
مین بہی خلاف اسکا مخالف وموافق کے نزدیک ثابت نہین اور روایت بخاری وغیرہ
فتوفی رسول الله صلعم والامر علی ذلك ثم كان الامر علی ذلك فی خلافة
ابی بکر الخ بہی اس عدم مخالفت کی طرف مشعر ہے پس اگر یہہ کم ہمتی ہے تو رجوع اسکا
حضرت رسالت وشیخین کی طرف ہوتا ہے پس معلوم نہین کہ ایمان معترض کا وقت تکلم
وتحریر اس کلمہ کے کہان تہا اور خوف کفر جو اہانت سنت نبوی سے لازم آتا ہے کہان
جاتا رہا کیا اسنے نہین سنا کہ کسینے عہد ہارون الرشید مین بمقابلہ فعل نبوی درباب
حب کدو کے یہہ کہا تہا کہ مجہے خوش نہین آتا جسپر اوسکو حکم ارتداد کا کیا گیا چنانچہ شرح
فقہ اکبر مین ہے قال ابن الهمام فقد كفر الحنفية من واظب علی ترك السنة
استخفافا بها بسبب انها فعلها النبی صلی الله علیه وسلم زیادة او استقباحها
کمن استقبح من جعل العمامة تحت حلقه او احفاء شاربه قلت ولذا روی
ان ابا یوسف ذکر انه علیه السلام کان یحب الدباء فقال رجل انا ما
احبها فحکم بارتداده اور نہ یہہ سنا کہ کیدانی نے فعل اشارہ سبابہ مین اتنا کہا تہا
کہ حرام ہے اشارہ بالسبابہ جیسی اہل حدیث کرتے ہین جسپر ملا علی قاری نے حکم تکفیر
تجویز کر دیا چنانچہ اسکے رسالہ مین جو مسئلہ رفع سبابہ مین تالیف ہے مرقوم ہے وهذا
منه خطأ عظیم وجرم جسیم منشأه الجهل عن قواعد الاصول ومراتب
الفروع من النقول ولولا حسن الظن وتاویل کلامه لسبیه لكان كفره
صریحا وارتداده صحیحا فهل للمؤمن ان یحرم ما ثبت فعله صلی الله علیه
وسلم الی ان قال مع انه یکفی فی موجب تکفیر الكیدانی اهانة المحدثین
الذین هم عمدة ائمة الدین المفهومة من قوله کاهل الحدیث المقتضیة

الی قولہ الاھب المفضیۃ لسبوع الخاتمۃ انتھی اور نہ یہہ سنا کہ بعض صحابہ نے حضرت
کی عبادت کو اپنے حق مین کم سمجھا تھا جسپر آنحضرت نے یہہ فرمایا من رغب عن سنتی
فلیس منی چنانچہ اس سے مشکوۃ مین بیچ صفحہ ۱۹ کے روایت ہے جاء ثلثۃ رھط
الی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسالون عن عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فلما اخبروا بھا کانھم تقالوھا الی ان قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من رغب عن سنتی فلیس منی اب آیندہ کی لیے فتنہ پردازان وسھران اس رسالہ
کو جنکو ثبوت امر گیارہ رکعت کا آنحضرت سے بخوبی معلوم ہے اور اسپر اقرار ہے لازم وواجب
ہے کہ اسکو کم ہمتی نام رکھنے سے توبہ کرین اور اپنے ایمان کی تجدید کرین ہمارے مقابلہ
مین اپنے ایمان سے ہاتھہ نہ دھو بیٹھین جیسے کسی شخص نے برائی بدشگونی کے لیے اپنی
ناک کٹا دی تھی آیندہ مختار ہے اور جو فعل صحابہ کو بدعت کہنا ہمارے طرف نسبت کیا
ہے یہہ تہمت ہی ہم صحابہ سے اس فعل کے ثبوت کے قایل ہی نہین اور نہ اسکو بدعت سے
تعبیر کرتے ہین تفصیل اسکی صدر رسالہ ہذا مین گذر چکی ہے اور بیس رکعت پڑھنے والون پر
تعریض بفعل مشرکین دتقلید آبائی کرنا اسطرف سے تب متصور ہوتا جبکہ اونکے بزرگون و
مشایخون کو مفتی نے گمراہ و مشرک کہا ہوتا ورنہ بزرگون و مشایخون کے فعل پر چلنا خاص
مشرکین کا کہان شعار ہے کیا مسلمانون اور حنفیون کو نہین کہا جاتا کہ یہہ اپنے
بزرگون کے فعل پر چلتے ہین آگے اون بزرگون کا فعل حسب شرع ہو خواہ نہو اور اگر
اس لفظ کا بولنا مطلقاً مشعر برائی اکابر کا ہے تو اس آیت کے کیا معنی ہونگی جو یوسف
علیہ السلام کی طرف سے حکایت ہی واتبعت ملۃ ابائی ابراھیم واسحق افسوس
ان مفتریون نے آنکھہ پہ پٹی تعصب کے باندھکر مفتی کے کلام سے اجتہاد باطل کیا ہے
اور ناحق تہمتین لگا کر اعتراضات پر متوجہ ہوئے ہین **قول مفتی** اگر یہہ دعوی
ہے کہ اونکے بزرگون کا قول و فعل موافق کسی حدیث آنحضرت کی ہے تو لازم ہے کہ اسکا
پتا بتلاوین ورنہ عاملین سنت کو معاف فرماوین **اعتراض معترض** حدیث
متمسک ہماری یہہ ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین **جواب**

یہہ حدیث بیس رکعت کی سند تب ہو سکتی جبکہ بعبارات امور ذیل ثابت کریں اول ثبوت
ہونا بیس رکعت کا خلفاء راشدین سے **دوم** یہہ کہ مراد سنت خلفا سے اس حدیث
مین سنت انکی علیحدہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے خصم اسکو نہیں مانتا
اور کہتا ہے کہ یہہ کیون جائز نہیں کہ مراد اس سے وہی ایک سنت ہو جسکو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہو اور خلفا نے بھی اور یہان لفظ سنت کا مصداق ایک
امر متحد بالذات ہو اور اضافت اسکی طرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خلفا کی ایسی
ہو جیسی اضافت مطلق کی طرف قیود حصصیہ کے ہوتی ہے اور بریں تقدیر سنۃ الخلفا معرفہ
معادہ ہوا اور معرفہ معادہ بوقت عدم قراین مغایرت عین اولی کا ہوا کرتا ہے چنانچہ توضیح
وتلویح مین مصرح ہے المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ کانت الثانیۃ عین الاولی اور یہان ایسا
قرینہ کوئی نہین جو مشعر مغایرت سنت رسول کا سنت خلفا سے ہو بلکہ حجت نہ ہونا بعض افعال
واقوال بعض خلفا کا قرینہ قویہ ہے اسپر کہ یہان مراد سنۃ الخلفا سے وہی سنت انکی ہے جو
وہ موافق ومتبع سنت نبوی ہین نہ وہ جسکے وہ خود موجد ہون اگر مراد اوس سے وہ سنت
ہوتی جسکے وہ خود موجد ہوئے اور وہ سنت نبوی کی طرف منتہی نہوتی تو لازم تھا کہ اونکا
کوئی قول وفعل محل انکار وترک عمل اور صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کا نہ ہوتا حالانکہ بہت
ایسے امور ہین جو بعض خلفای راشدین کے قول وفعل سے ثابت ہین اور لوگون نے قبول نہین
کئے بلکہ بعضے ایسے امور ہین جنسے انہون نے خود رجوع کرلیا اگر وہ قول وفعل اونکی بذات
خود قطع نظر توافق ومتابعت سنت نبوی کے حجت ہوتے اور اونکو بذات خود منصب
تشریع تحلیل یا تحریم یا سنت کرنے یا وجب کرنیکا ہوتا تو اونکے وہ قول وفعل اور صحابہ و
تابعین اور ائمہ مجتہدین سے محل انکار وترک عمل کیون ہوتے اور وہ خود ہی اوسنے رجوع کیون
کرتے سر اس بات کا یہہ ہے کہ منصب تشریع منصب الٰہی ہے بفحوای اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ
وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖ اَحَدًا اَمْ لَہُمْ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوْا لَہُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْ
بِہِ اللّٰہُ پھر اگر یہ نسبت اسکی طرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے تو وہ بھی اس جہت سے
ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ماموہ تھے اور حرام وحلال کرنے پر مامور قال اللہ تعالی وما ینطق

ف بیان کی بعض معانی ... بعض احادیث ... وارد ہے ... سنت ... خلفا ... موجبہ ... صحابہ ... عام ... ۱۲ منہ

عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی اور نسبت اسکی طرف مجتہدین کی خلفای صحابہ ہوون خواہ غیر اونکی اسی معنی سے ہیکہ وہ نص شارع سے استنباط کرکے کہتے ہین چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین بذیل بیان تقلید شرکی کے جسمین اتباع غیر نبی مخالف نصوص پایا جاوے فرماتے ہین وسر ذلك ان التحلیل والتحریم عبارۃ عن تکوین نافذ فی الملکوت ان الشیء الفلانی یواخذ بہ اولا یواخذ بہ فیکون هذا التکوین سببًا للمواخذۃ وترکها وهذا من صفات اللہ تعالی واما نسبة التحلیل والتحریم الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمعنی ان قولہ امارۃ قطعیۃ لتحلیل اللہ وتحریمہ واما نسبتها الی المجتهدین من امته فمعنی انهم رووا ذلك عن صاحب الشرع من نص واستنباط معنی من کلامه الی آخرہ پس جبتک غیر نبی کے قول و فعل کا مستند و ماخذ کتاب اللہ و سنت نہو وہ بذات خود کیونکر مثل سنت نبوی واجب العمل اوسکا ہو سکتا ہے اب ہم چند مثالین اون امور کی جو خلفا سے بلا استناد سنت نبوی کے صادر ہوئین اور لوگون نے اوس سے انکار کیا یا خود خلفا نے بعض اقوال سے رجوع بھی کرلیا معرض نقل مین لاتے ہین تاکہ ہمارا بیان مذکور تصدیق کو پہونچے اول حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما تمتع سے منع کرتے تھے لوگون کو اور حضرت علی مرتضی وغیرہ اونکی مخالف تھے دیکھیے صحیح مسلم مع شرح نووی کے جسکا چھاپہ صفحہ ۳۹۳ و ۴۰۴ مین بلکہ ترمذی مین بصفحہ ۱۱۰ لکھا ہے عبد اللہ بن عمر بھی اس مسئلہ مین باپ کے مخالف تھے کسی نے عبد اللہ بن عمر سے حکم تمتع دریافت کیا تو اونہون نے حکم جواز کا دیا پھر سائل نے کہا کہ تمہارا باپ تو منع کرتا تھا اسکو جواب مین کہنے لگے کہ بھلا اگر ایک کام کو پیغمبر نے کیا ہو اور میرے باپ نے منع کیا ہو تو کسکا اتباع امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا یا میرے باپ کا دوم حضرت عمر جنبی کے واسطے تیمم سے منع کرتے تھے جسمین اونکی مخالف اصاغر صحابہ تھے چنانچہ یہ امر صفحہ ۱۶۱ صحیح مسلم مین درج ہے دیکھیے جسکا چھاپہ ہے بلکہ اونکی اس بات کو کسی نے ائمہ مذہب سے قبول نہین کیا اور بعضون نے خود انکا رجوع اس مسئلہ سے نقل کیا ہے سوم عمر فاروق نے مہر کثیر سے منع کیا جسمین اونکے مقابلہ مین ایک بوڑھیا کھڑی ہوگئی اور اوسنے کہا کہ خدا تو مہر کی

بابت قرآن مین فرماتا ہے وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا یعنی دیا ہو تمنے اونکو مال کثیر پس تم
کہان سے منع کرتے ہو پس حضرت عمر رضؓ نے اپنے قول سے رجوع کر کے اوسکی بات تسلیم کر لی دیکہیے
اس قصہ کو تفسیر مدارک کے صفحہ ۱۲۸ مین جبکا جی چاہے چہارم علی مرتضی رضؓ عنہ نے ایک قوم مرتدین کو
جلا دیا تہا جسمین حضرت ابن عباس نے اونپر انکار کیا دیکہیے بخاری کے صفحہ ۱۰۲۳ مین جسکا جی
چاہے پنجم حضرت عمر نے قرآن مجید کو یکجا جمع کرنے کو کہا تو حضرت ابو بکر نے اس بات کو پسند نکیا
اور کہا کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبتک کہ انکی سمجھہ مین اسکی
حکمت نہ آئی پہر بعد اتفاق انہی دونون کے زید بن ثابت نے دونون پر انکار کیا اور کہا کیف
تفعلون شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہانتک کہ اسکی سمجھہ مین حکمت
اسکی آگئی دیکہیے یہہ بات بخاری مین بصفحہ ۷۴۵ جسکا جی چاہے انکے سوای اسکی مثالین
اور نظیرین اور بہی بہت ہین اگر سب لکہی جاوین تو طوالت ہوتی ہے لہذا اسیقدر پر اکتفا کیا
گر کوئی بمقابل اسکے معارضہ سنتین پیش کرے سنت خلفا کو بعد ذکر سنت نبوی کی قرینہ ٹہیرادے اور کہے
کہ اگر سنت خلفا سے سنت نبوی ہی مراد تہی تو پہر ذکر سنت خلفا اور اسکی نسبت کا طرف خلفا
کی کیا فایدہ ہے تو جواب اسکا یہہ ہے کہ مفاد اس سے یہہ ہو سکتا ہے کہ سنت نبوی جو معمولہ خلفا
ہو اسکا یقینا سنت نبوی ہونا اور حضرت رسالت سے منقول ہونا عیان ہو سکتا ہے یعنی
یقینا جان سکتی ہین کہ یہہ سنت نبوی ہے جو خلفای راشدین مین متوارث و منقول و مروج ہے
لہذا اسکا عمل و قبول اونپر نہایت لازم ہے اور وہ اسکی ترک و انکار سے بہت ملام و معاتب
ہو سکتی ہین بخلاف اس سنت کی جسکو خلفای راشدین عمل و نقل مین نہ لاوین بلکہ کوئی احاد
صحابہ سی اسکو نقل کرے اسمین لوگون کو اسقدر اسکی ثبوت مین طمانینت حاصل نہین ہو سکتی
اور وہ اسکی ترک سی اسقدر ملامت و عتاب کے مستحق نہین ہوتی اگرچہ مطلق تسلیم و قبول
اسکا بہی انپر لازم ہے اور عموم و خصوص کا انکے عمل و قبول پر ناطق ہے نظیر سنت معمولہ خلفا
کی مزید تاکید اخذ مین اجماع صحابہ ہے جسکا مستند کوئی خبر واحد ہو جیسی کہ اتفاق اونکا جدہ کے
میراث پر کہ قبول اسکا بنظر اسکے کہ اسپر اتفاق صحابہ ہوگیا ہے اور یہہ انکی اجماع سے معمول و
متوارث ہی بہت لازم و واجب ہے گو مطلق قبول اسکا بخبر مغیرہ بن شعبہ ادی اس حدیث کی بہی

لامن قبل نفوسہم لتمشیۃ اغراضہا انتہی کلامہ ملخصا علی ما نقلہ بعض الافاضل م

لازم تہا لیکن اگر ایسا اسطرح کا اتفاق خلفا کا ہوتا تو پہر اگر کوئی اسکا انکار بہی کرتا اور اسکے راوی کے حفظ و نقل پر اعتماد نکرتا تو اسکے واسطے گنجایش تہی مثال اسکی یہہ ہے جو صحیح بخاری و مسلم مین مروی ہے کہ حضرت عمر نے حدیث عمار بن یاسر کو تیمم جنبی کی باب مین قبول نہین کیا ایسا ہی ابن مسعود نے اسکو نہین مانا جب ابو موسی اشعری نے اسکو پیش کیا تو اونہون نے بہی یہی کہا دیکہو عمر فاروق نے اس حدیث سی قناعت نہین کی رواہ البخاری فی صحیحہ صفحہ ۵۰ مین دوسری مثال یہہ ہے کہ حضرت عمر وغیرہ نے حدیث فاطمہ بنت قیس کے بابت نفقہ و سکنی مطلقہ مین قبول نہین کی اور کہا لا نترک کتاب اللہ تعالی و سنۃ نبینا لقول امراۃ لا ندری احفظت ام نسیت رواہ مسلم فی صحیحہ و الترمذی صفحہ ۱۵۱ - اس سے کوئی یہہ نہ سمجہی کہ ہم انکی انکار احادیث کو پسند کرتے ہین اور یہی اعتقاد و عمل کہتی ہین جاننا ڈکلا غرض ہماری ان باتون کے نقل کرنے سے یہہ ہے کہ ایسی احادیث جنکو احاد صحابہ نقل کرین اسمین بسبب عدم اعتماد کی انکے حفظ و ضبط پر رد و انکار کی کیفیت گنجایش ہے اور نماننے والی کی پاس اسمین عذر درست آویز بن سکتی ہے بخلاف اون احادیث و سنن کے جنکو خلفای اشدین علی مین لاوین اور نقل کرین کہ اسمین عذر منکر منقطع ہے اور اسکی حجت ناتمام تہد اآنحضرت نے فرمایا کہ جس سنت میری کو تم خلفای راشدین سے متوارث پاو اسکو خوب لازم پکڑو یعنی اسکی ترک کرنے مین تم کسی وجہ سے معذور نہین ہوسکتی **امر سوم** اثبات اس امر کا کہ مراد اس حدیث مین سنت ہر ایک خلیفہ کی اکیلی اکیلی ہوسکتی ہے خصم اسکو تسلیم نہین کرتا اور کہتا ہی کہ یہہ کیون جایز نہین کہ مراد اس سے وہ سنت ہو جسمین خلفا متفق ہون چنانچہ مضاف ہونا سنت صیغہ واحد کا طرف جمع خلفا کی جو معرف باللام ہے اور استغراق افراد کی واسطی مقرر ہے اسی کی تائید کرتا اور جمع معرف باللام کا مفید استغراق ہونا جہانکہ عہد نہ ہو توضیح و تلویح کے صفحہ ۵۰ و ۵۱ وغیرہ سے ثابت ہی بنا علیہ اس حدیث مین اوس ایک سنت کی اخذ و عمل کے تاکید ہوئی جو ہر فرد خلفا کی سنت ہو نہ وہ سنت جو کسی فرد خاص یا ایک دو کی ہو یہہ بات تب متصور ہوتی جبکہ اس حدیث مین بجای لفظ سنت کی جو صیغہ واحد ہے لفظ سنن کا جو جمع ہے ہوتا اس صورت مین کہا جا سکتا کہ یہان مقابلہ جمع کا ساتہہ جمع کے ہوا

ہے جسمین مقابلہ احاد کا ساتھہ احاد کی ہوتا ہے جیسی شرح وقایہ مین آیہ فاغسلوا وجوہکم
مین یہہ تقریر کی ہے اور اصول فقہ مین بھی یہہ مسئلہ مذکور ہے واذ لیس فلیس ہماری بعض معاصرین
نے استغراق عام کا جمیع افراد مین مانکر اسمین یہہ بات نکالی ہے کہ یہہ استغراق افرادی ہے نہ مجموعی
شاید اونکی غرض یہہ ہو کہ مجموع افراد خلفا یہان مراد نہین لیکن ہماری دانست مین یہہ بات اونکی
مفید مدعا نہین اسلیئے کہ استغراق افرادی تو وہ خود قائل ہی ہین اور اوسکا لازمہ یہہ ہے کہ ہر فرد
کا یہان مراد ہو اور یہی عین ہمارا مدعا ہے مجموع بشرط اجتماع لینا ہمین کچھہ ضرور نہین اور اگر
مراد استغراق افرادی سے استغراق بدلی ہو تو اولاً یہہ تعبیر عن الشی بالمباین ہے اور ثانیاً
یہہ خلاف تصریحات اصولیین ہے کتب اصول مین استغراق بدلی امثال مَن یاتینی اولا فلہ درہم
مین کہتی ہین نہ جمع محلی باللام مین اور نہ اون اسماء مین جو معنی جمع مین ہین جیسی رہط و قوم
توضیح کی صفحہ ۵۰ مین ہے فصل فی الفاظ وھی اما عام بصیغتہ ومعناہ کالرجال واما عام
بمعناہ وھذا اما ان یتناول المجموع کالرھط والقوم وھو فی معنی الجمع او کل واحد علی سبیل الشمول
نحو من یاتینی فلہ درھم او علی سبیل البدل نحو من یاتینی اولا فلہ درھم فالجمع وما فی معناہ یطلق علی الثلثۃ
فصاعدا لان اقل الجمع ثلثۃ الی ان قال صفحہ ۵۳ ومنھا ای من الفاظ العام الجمع المعرف باللام اذا لم یکن معھودا
لان المعرف بلام الجنس ھو الماھیۃ فی الجمع لا بعض الافراد لعدم الاولویۃ فتعین الکل ولتمسکھم بقولہ علیہ السلام الائمۃ من قریش
انتہی اور تلویح مین ذیل قول ماتن وھذا اما ان یتناول الخ کہا ہے ای العام بمعناہ فقط اما ان یتناول المجموع ای الافراد
واما ان یتناول کل واحد والمتناول لکل واحد اما ان یتناول الیہ علی سبیل الشمول او علی سبیل البدل والاول
ان یتعلق الحکم بمجموع الاحاد لا بکل واحد علی سبیل الانفراد وحیث یثبت للاحاد انما یثبت لانہ داخل فی
المجموع الخ انتہی اور ذیل قول ماتن فالجمع الخ کی کہا ہے یعنی ان مفہومہ جمیع الاحاد سواء کانت ثلثۃ او اربعۃ او
وما فوق ذلک ولیس المراد انہ عند الاطلاق یحتمل ان یراد بہ الثلثۃ وان یراد بہ الاربعۃ وغیر
ذلک من الاعداد لانہ یکون مبھما غیر دال علی الاستغراق فلا یوجب العموم بل ینافیہ لان الدلالۃ
علی الاستغراق شرط فیہ اور ذیل قول وسمی لان اقل الجمع ثلثۃ کے کہا ہے صیغۃ اختلفوا فی اقل عدد یطلق علیہ
الجمع فذھب اکثر الصحابۃ والفقہاء وائمۃ اللغۃ الی انہ ثلثۃ حتی لو حلف لا یتزوج النساء لا یحنث
بتزوج امرأتین وذھب بعضھم الی انہ اثنان الخ اور جبکہ مراد وقت خلفا اسی حدیث مین ثابت ہو سکے

تو بیس رکعت تراویح اگر خلفای ثلثہ سے صحیح بہی مانی جاوین تب بہی مصداق اس حدیث کا نہو نگی اسلیے کہ سنت خلفا کی نہین کیونکہ صدیق اکبر رضی کو ئی بہی ادعی اسکی ثبوت کا نہین بعد قلمبند ہونے جواب امر دوم و سوم کے رسالہ اداء السنۃ مولفہ مولینا سید امداد علی صاحب نظر سی گذرا تو اسمین بہی خلاصہ ان دو امر کا پایا گیا چنانچہ اس رسالہ کی مین یہہ عبارت ہے سوم لفظ سنت کا بعد سنتی کے سنۃ الخلفا الراشدین مین معرفہ ہی کہ اعادہ کیا گیا ہی بعد معرفہ کے اور مولوی عبد الاحد صاحب نے کہ ہم مذہب ہی اسی استفتا کی جواب مین صفحہ ۸ مین قاعدہ اصول کا بیان کیا ہی کہ المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ کانت الثانیۃ عین الاولی تو خصم کہہ سکتا ہی کہ مراد سنت خلفای راشدین سے وہ سنت ہے کہ آنحضرت صلعم کی بہی ہو علاوہ اسکی ف اگر کوئی اعتراض کری کہ بہ تقدیر صحت اس بات کی جو تمنی امر دوم و سوم مین کہی ہے لازم آیا کہ جو افعال و اقوال بعض خلفا کے جو انکی رای و ایجاد سے پائی گئے ہین وہ تمہاری نزدیک لایق عمل و قبول نہون جیسی کہ اذان ثالث جمعہ کی عہد حضرت عثمان مین اور جمع کرنا قران کا امر شیخین سے یا اہتمام اجتماع کا واسطی قیام رمضان کے تو جواب اسکا یہہ ہے کہ ایسے امور ہماری نزدیک مقبول و معمول و ملحق بالسنۃ ہین نہ بحکم اس حدیث کی جس نے انکا ثبوت نا ممکن ہے بلکہ اور احادیث سی جو ان امور کے ثبوت مین کافی دلائل ہین وہ یہہ ہین اول تعامل قرون ثلثہ جسکی حجیت حدیث خیر القرون سے ثابت ہی دوم اجماع صحابہ جنکی حجیت بہت دلائل سے ثابت ہی سوم یہہ کہ ان امور کے واسطی خود سنت نبوی مین مستند موجود ہے مستند جمع قرآن لکھا جانا قران کا عہد نبوی مین ہے اور احادیث نبوی واسطی لکھنی قرآن کے اور مستند اذان و ترجیع اذان آنحضرت کی زمانہ صلوۃ خمسہ مین اور خاصکر نماز فجر مین بالتکرار اور مستند اہتمام اجتماع مساجد آنحضرت کا پسند کرنا اس اجتماع کو اور ترک کرنا اسکا بخوف فرضیت اسکی تفصیل کچہہ گذری کچہہ آیندہ اویگی اور اگر یہہ امور ایک ایک خلیفہ سے بمجض انکی غیر مستند بسنۃ نبوی واقع ہوتے تو ہم ہرگز ہرگز نمانتی جیسی حضرت عثمان و عمر رض کا تمتع سی منع کرنا اور حضرت عمر کا تیمم سے منع کرنا اور علی مرتضی کا مرتدین کو جلا دینا نہین مانا امر چہارم اثبات اس امر کا کہ مراد سنت خلفا سی اس جگہ تقریر انکی اور تجویز ہے نہ فعل ہمیشگی خصم اسکو بہی نہین مانتا اور کہتا ہے کہ مراد اس سے فعل خلفا جسپر انہون نے مواظبت کی ہو کیون نہین جیسی سنت نبوی اسی کو کہتی ہین جسپر رسول اللہ صلعم نے

مواظبت کی ہو چنانچہ رسالہ مقبریون کے صفحہ ۳ مین مابین السطورین مرقوم ہے اور
علمانے بھی اسی طرح تصریح کی ہے تقریر شرح تحریر مین ہے وفی فقہ الحنفیۃ ما واظب
علی فعلہ مع ترک مّا بلا عذر وما لم یواظب ای علی فعلہ مندوب ومستحب
کشف بزدوی مین ہے ذکر ابو الیسر فکل نفل واظب علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
شرح وقایہ مین ہے السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع الترک احیانا
فتح القدیر شرح ہدایہ مین ہے السنۃ ما واظبہ بنفسہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی اور
بہت کتابون مین ہے اور جب اسی قیاس پر سنت خلفا کی بھی معنی ٹھیرے تو صادق آنا
اسکا بیس رکعت تراویح پر ممکن نہین پس یہہ حدیث جسکی دلالت حجیت سنت خلفا پر بہ حجیت تقریر
وتجویز خلفا پر اسکی موید ومثبت نہو لتفصیل اسکی یہہ ہے کہ خلفای ثلثہ سے مواظبت اس فعل
پر بلکہ صدور اسکا ایکدو دفعہ بنفس خود ثابت نہین رسالہ خصم مین بھی اسیقدر ہے کہ حضرت
عمر وعلی نے دوسرے آدمی کو بیس رکعت پڑہانی کا امر کیا یا یہہ لفظ کہ انکے عہد مین بیس رکعت
پڑہی گئین اس سے زیادہ یعنی انکی خود پڑہنے کا نہ انہون نے دعوی کیا ہے اور نہ اسکا
ثبوت دیا ہے اور نہ آیندہ ثابت کر سکتے ہین بلکہ شامل نہونا حضرت عمر کا جماعت اول بانے
اس اہتمام کے ہین حدیث صحیح بخاری سے ثابت ہے چنانچہ مشکوۃ مین بھی وہ حدیث
صفحہ ۱۰۷ مین منقول ہے عن عبد الرحمن بن عبد القاری قال خرجت مع عمر بن الخطاب
لیلۃ الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل
فیصلی بصلوتہ الرھط فقال عمر انی لو جمعت ھولاء علی قاری واحد لکان امثل
ثم عزم فجمعھم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوۃ
قاریھم قال عمر نعمت البدعۃ ھذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون
یرید اخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ رواہ البخاری یہان اگر کوئی
اعتراض کرے کہ اگر مراد سنت خلفا سے اس حدیث مین سنت فعلی ہے نہ تقریری وقولی تو
چاہیے کہ مراد سنت نبوی سے جو اسکے پہلے واقع ہے بھی سنت فعلی ہو اور اس حدیث مین
اسکے اخذ وقبول کا امر ہو اس سے لازم آیا کہ اخذ وقبول سنت قولی وفعلی آنحضرت کا لازم

ف
اسکا خلاف ... بعض ... [illegible]

نہ ہو تو جواب اسکا یہہ ہے کہ گویا بنا بہ تحقیق مذکور تقریبہ و قول نبوی کو سنت کہا جاوے
اور اس حدیث سے جو اسکے اخذ و قبول کا وجوب نکلی لیکن انکے اخذ و قبول کی اور دلایل
قطعیہ بہت ہین منہا قولہ تعالے ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومنہا قولہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا الفین احدکم متکئا علی اریکتہ یاتیہ امر من امری مما امرت بہ او
نہیت عنہ فیقول لا ادری الی اخرہ فی المشکوٰۃ صفحہ ۳۱ — الحاصل اس
حدیث سے تمسک کرنا او سنیت بیس رکعت ثابت نہ کیا ہے جب یہہ چار امور مرقومۃ الصدر مخالف
اثبات کو پہونچا دین اور بدون اسکے تمسک سا تہا اس حدیث کے دلیل نا فہمی او بے توجہی مستدل کی ہے
قول مفتی اگر یہہ گمان ہو کہ بیس رکعت پڑہتے تہین گیارہ بہی ادا ہو جاتی ہین جسمین دونون
عمل ہوا تو دفع اسکا یہہ ہے کہ حبشی بیس رکعت شفع شفع پڑہے اوسنے گیارہ رکعت جو وتر ہے
ادا نکی اسلیے کہ ہیئت اور صورت کو نماز مین پورا دخل ہے اسی واسطے جو شخص مغرب کی چار رکعتین
پڑہے اسکی مغرب باوجودیکہ چار کے ضمن مین تین موجود ہین ادا نہوی **اعتراض معترض**
چار وجہ سے ہے اول یہہ کہ قیاس اسکا نماز مغرب پر جو رباعی پڑہی جاوے قیاس مع الفارق ہے
اور تفصیل و شرح اسکی معنی کے بطن قائل مین ہے اسنے رسالہ مین کچہہ نہین لکہا دوم گیارہ
رکعت کا دوام حضرت سے ثابت نہین بدلیل چند احادیث کی جسمین تیرہ رکعت اور اس سے کم وبیش پڑہنا
بہی حضرت سے ثابت ہے بس جبکہ گیارہ کا لزوم نہوا خود آنحضرت نے کم و بیش پڑہا تو بیس رکعت
کے پڑہنے سے اگر کبہی تغیر ہو جاوے تو کیا مضایقہ ہے سوم یہہ کہ اگر ہم بارہ رکعت اول
پڑہ لین معمولہ صحابہ سمجہکر اور گیارہ پیچہے کر تو آپکی تغیر کہان ہے چہارم ہم لوگ خود کئی
نوع سے تغیر سنت کرتے ہو اول وتر اول شب پڑہتے ہو آنحضرت آخر شب پڑہتے تہے دوم
مسجد مین جمع ہو کے ہو حضرت لیلی تقاون کے واسطے گہر ون کو افضل لکہا ہے سوم قرأت
چہوٹی پڑہتے ہو چہارم ہم دو دو رکعت پڑہتے ہو اور حدیث مین چار چار اور تین وارد ہین
پنجم جماعت سے پڑہتے ہو آنحضرت نے تنہا پڑہنے کو افضل فرمایا ہے ششم قبل خواب پڑہتے ہو
ہو آنحضرت بعد خواب پڑہتے تہے **جواب** وجہ اول یہان فارق کوئی نہین بلکہ جامع
موجود ہے وہ یہہ ہے کہ جیسے مغرب ثلاثی جو وتر ہے رباعی پڑہنے سے جو شفع ہی ہے

نہین ہوتی اور جواب آنکو شست بعد از جنکہ بات یاد آتی ہے کہ بیسکے ساتھہ تین وتر ملاکر اول بارہ رکعت سنت صحابہ ٹہیراوین اور آخر مین گیارہ رکعت کو گیارہ رکعت معمولہ حضرت سمجھین اسکا جواب جواب جہ سوم مین آویگا **جواب وجہ دوم** یہہ وجہ اعتراض معترض کی سوءفہمی سے ناشی ہے ولنعم ما قیل شعر وکم من عایب قولا صحیحا وآفته من الفهم السقیم مفتی کے کلام سے یہہ نہین نکلتا کہ گیارہ رکعت سنت نبوی ہے جس سے نہ کمی حضرت نے کی نہ زیادتی اور یہہ بہی نہین نکلتا کہ اوس سے کمی یا دتی کرنی موافق اون روایات کے جو آنحضرت سے ثابت ہین جایز نہین بلکہ مطابق اونکا یہی ہے کہ تغیر دینا فعل نبوی کا ساتھہ اوس چیز کے جو آنحضرت سے مروی نہین جیسی بیس رکعت یہہ موجب ادا نہ ہونے سنت کا ہی اور جو معترض نے ایسے جواز تغیر سے جسمین ایک سنت کی جگہ دوسری سنت عمل مین آوی جواز اوس تغیر کا نکالا ہے جسمین بجای سنت کی ایک امر غیر مسنون کچہ کیا جاوی یہہ جتنا وباطل قیاس مع الفارق ہے اگر اسکو معترض جائز سمجہتا ہے تو چاہیے کہ بچاس رکعت کی جواز کا بہی فتوی دیوی یہہ سمجہکر آنحضرت سے کچہہ تو کمی بیشی اور تغیر گیارہ رکعت کا ہو آہی ہے پس بقیاس اسکے بچاس رکعت پڑہنی سے تغیر ہوجاوی تو کیا مضایقہ ہے **جواب وجہ سوم** یہہ بات آپکو اب سوجہی ہے کہ دعوی بیس کا چہوڑکر تیئیس رکعت مین سے پہلی بارہ رکعت سنت صحابہ ٹہیراوین اور گیارہ اخیر کو سنت نبوی پس وہ اعتراض جو اصل فتوی مین لکہا جا چکا ہے اس صورت مین وارد نہین ہے لیکن اسمین اور کئی وجہ سے کلام ہے اول یہہ کہ آپ ثابت کرین کہ صحابہ نے بارہ رکعت اول کو اپنی زیادات سے ٹہیرایا ہے اور باقی کو فعل نبوی اور یہی بات اور بیس رکعت پڑہنی الی آخر جبتک سمجہتی آئے ہین کلام ابن الہمام فتح القدیر مین جو تمہاری رسالہ کے صفحہ ۲ مین ہے اور ہماری رسالہ مین بہی بضمن عبارات بحر وغیرہ کی منقول اور وہ یہہ ہے ای مقتضی الدلیل کون المسنون منها ثمانية والباقی مستحبا یہہ تو تمہاری اس تجویز کا مکذب ہے اسمین صاف تصریح ہے کہ بارہ رکعت اخیر جسکو باقی کہہ سکتی ہین مسنون و معمول صحابہ ہین نہ اول کیونکہ انپر اطلاق لفظ باقی لغۃ صحیح نہین ہے پس جبکہ صحابہ کا معمول بزعم تمہاری اکابر کے بارہ رکعتیں اخیرہ ٹہرین تو تم اپنی نیت مین پہلی بارہ رکعت کو کسطرح معمول صحابہ ٹہیرا سکتی ہو

دوم ثبوت اس روایت تئیس رکعت کا صحابہ سے بسند صحیح جس تفصیل و شرط سے کہ گذرا ہم بہم نپہنچا دیں
نیت کرنا ان لوگونکا جو تئیس رکعت پڑہیں اسطرح کہ اول بارہ میں نیت ادای فعل صحابہ کی
کریں اور اخیر گیارہ میں نیت ادای فعل نبوی کی لازم ٹہیرا وین یہہ نہیں ہوسکتا کہ تئیس کے تئیس حسب عادت
پڑہ لیں اور پیچہے ایک بات بناکر حساب پورا کر سنا دیں یہہ ہملی کہ نماز میں نیت ایک رکن
اعظم ہے اور مقدم ہونا اسکا ضروریات سے ہے نہ ایسی کہ کل جمع و خرچ کا حساب پیچہے سے لگایا جاوے
محرران رسالہ حلفاً بیان کریں کہ قبل اس حساب بنانی کے جو انہوں نے تئیس رکعت ادا
کی ہیں انمیں انکی یہہ نیت تہی و کفی باللہ شہیدا **جواب وجہ چہارم** تغیر سنت وہ ہے
جسمیں سنت کو اسطرح بدلاویں جسکی اجازت قول یا فعل یا تقریر نبوی میں پائی نہ جاوے
اور ہملوگوں میں یہہ امور ثلثہ جو معترض نے جمائی ہیں اگر بالفرض پائی بہی جاتی ہیں تو ہر ایک
کے واسطے مستند قول یا فعل نبوی سے موجود ہی پس سنو کہ مستند اول شب پڑہنی وتر کا مستند اول
تو یہہ ہے کہ آنحضرت نے اول شب بہی وتر پڑہے ہیں چنانچہ مشکوۃ میں بصفحہ ۱۰۴ عایشہ سے
روایت ہی ربما اوتر رسول اللہ صلعم فی اول اللیل وربما اوتر فی آخرہ اور معترض بہی
اسکا معترف ہی صفحہ ۲۱ میں اپنے رسالے کے دوم یہہ کہ اول شب وتر وہی لوگ پڑہتی ہین جنکو
آخر شب اوٹہنی کی بباعث غلبہ نوم کے عادت و امید نہیں سو انکے حق میں اول وقت وتر پڑہنی مستند دوم
کی اجازت آنحضرت سے ثابت ہی چنانچہ مشکوۃ کے صفحہ ۱۰۳ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اوله اور ابو ہریرہ سے روایت ہی قال اوصانی
خلیلی بثلاث صیام ثلثۃ ایام من کل شہر و رکعتی الضحی وان اوتر قبل ان انام
متفق علیہ اور مستند مسجد میں پڑہنی تراویح کا یہہ ہے کہ آنحضرت سے پڑہنا اسکا ثابت ہی اگرچہ
صرف دو تین ہی شب تہا چنانچہ صفحہ ۱۰۰ مشکوۃ میں ہے عن زید بن ثابت ان النبی مستند سوم
صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ حجرۃ فی المسجد من حصیر فصلی فیہا لیالی حتی اجتمع علیہ
ناس الخ اسی صفحہ میں دوسری حدیث ہی عن ابی ذر قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فلم یقم بنا شیئا من الشہر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذہب ثلث اللیل فلما کانت
السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ قام بنا حتی ذہب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ

لو نفلتنا قیام هذه اللیلة فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام
لیلة فلما کانت الرابعة لم یقم بنا حتی بقی ثلث اللیل فلما کانت الثالثة جمع اهله ونساءه و
الناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح الی آخر الحدیث، اور **مستند** تهوڑی قرات پڑہنے
کا اگر بالفرض کسی سے یہہ امر صادر ہوا ہے تو یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی مَن قام
بعشر آیات لم یکتب من الغافلین ومَن قام بمائة آیة کتب من القانتین ومَن قام بالف آیة
کتب من المقنطرین روایت کیا اسکو ابوداود نے چنانچہ مشکوۃ کے صفحہ ۹ ۹ مین ہے۔ اور سطرف
غالبًا ایسا کوئی نہو گا جو سو آیت سے کم پڑہتا ہو بخلاف ہمارے بہادرون تمہاری جانب کے کہ
اونمین سے بہت لوگ اکثر مسجدون مین اسیقدر قرات پر اکتفا کرتے ہین کہ مدھامتان
اللہ اکبر فبای آلاء ربکما تکذبان اللہ اکبر حور مقصورات فی الخیام اللہ اکبر اور بجائے
رکوع وسجود کے نقرات غراب سے جو حدیث مین منافقون کے حق مین آیا ہے زیادہ نہین کرتے
اور اپنی فعلون سے اوس بری نفسانی قصہ کے تصدیق کرتے ہین جو سلطان محمود کی مجلس مین
قفال مروزی سے محض نفسانیت سے واقع ہوا ہے کہ اوس نے امام ابوحنیفہ رح کی نماز کی نقل کیے
اور بجائے قرات کے دو برگ سبز پر اکتفا کیا۔ اسکو بہی اس نفسانیت کے سبب ہی گنجائش
ہوئی جبکہ اوس نے اونکی بعض اتباع مصداق **ع** بدنام کنندۂ نکونامی چند، سے ویسے فعل
دیکہے یہہ لوگ ایسے کام نکرتے تو مخالفین کو اونپر طعن کرنے کے کیون گنجائش ہوتی۔ اور **مستند**
دو دو رکعت پڑہنی کا یہہ ہے جو مشکوۃ کے صفحہ ۹ مین ہے عن عائشة رض قالت کان النبی
صلی اللہ علیه وسلم یصلی فیما بین ان یفرغ من صلوة العشاء الی الفجر احدی عشرة رکعة
یسلم عن کل رکعتین یوتر بواحدة الحدیث ونیز مشکوۃ کے صفحہ ۱۰۳ مین مروی ہے صلوة
اللیل مثنی مثنی۔ معترض نے ایک روایت چار رکعت پڑہنی کے دیکہکر اور احادیث مذکورہ
بالا سے آنکہہ بند کرکے دو دو رکعت پڑہنی کو تغیر سنت نام رکہا اور اسبات کا مصداق بنا **ع**
حفظت شیئًا وغابت عنك اشیاء۔ **مستند** جماعت سے پڑہنی کا وہی حدیث ہی جو **مستند** امر
ثانی یعنی اجتماع مساجد مین گذرا اسمین صاف تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ قیام
پسند تہا لیکن ترک کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکو بخوف فرضیت تہا پس جبکہ

صحابہ نے خوف فرضیت سے امن دیکہا تو اس امر محبوب نبوی کو رواج دیدیا چنانچہ اس رسالے کے صفحہ ۱۶ مین تصدیق اس مضمون کی گذر چکی ہے اسمین زیادتی کہیہ نہیں ہی اپنی طرف سے کوئی سمجہے تو اوسکی خطا ہے۔ اور یہہ جو معترض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا پڑہنی کو افضل فرمایا ہے یہہ محض کذب ہے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہین نہین فرمایا کہ تنہا پڑہنا جماعت سے افضل ہے ہان البتہ یہہ فرمایا ہے کہ نفلون کا گہر مین پڑہنا بہتر و افضل ہے سو یہہ کہان اور وہ کہان معترض نے خدا تعالی کا خوف نہ کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندہا اور مصداق اس حدیث کا بنا مَن کذب علیّ متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار اور مستند خواب سے پہلے پڑہنی کا بہی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے گذر چکا۔ الغرض جتنی انواع تغیر سنت معترض نے ہم متبعین سنت سید المرسلین کیطرف نسبت کئی ہین بالفرض اگر وہ کسی ہین ہم مین سے پائی بہی جاتی ہے ہین تو وہ بسند قول یا فعل نبوی کے ہین کوئی اپنی رائے سے نہین اور نہ مشہورات بے سند سے جیسے تغیر گیارہ رکعت مسنون کا ساتہہ بیس رکعت کے مخالفین سے واقع ہے والسلام مع الاکرام علی من اتبع الہدی

تمت

حواشی متعلق صفحات نمبر ۸ و ۱۳ و ۳۷

حاشیہ صفحہ نمبر ۸ - کتب احادیث میں گیارہ رکعتیں تراویح نبوی کے باب میں جس کو محدثین قیام رمضان بولتے ہیں وارد ہیں اور اس گیارہ رکعت کو عبارت امداد الفتاح جو صفحہ ۸ میں اس رسالہ کی ہے اور نفحات نشیہ میں جو صفحہ ۹ میں ہے اور عبارت مرقات علی قاری کہ جو صفحہ ۱۰ میں ہے اور عبارت رسالۃ التراویح سیوطی میں جو صفحہ ۱۰ میں ہے تراویح نبوی ٹھرایا ہے پس جو عبارت بحر و طحطاوی میں آٹھہ ہی رکعت کو تراویح سے خاص کیا ہے اور یہی آجکل زبان زد مخالف و موافق کے ہو رہا ہے اور اسیکو بعض معاصرین نے اپنے بعض رسائل میں مندرج کیا ہے اور اس سے یہہ فایدہ نکالا ہے کہ بیس رکعت معمولہ صحابہ میں آٹھہ رکعت معمولہ حضرت نبی علیہ السلام ہی آجاتے ہیں - اسکی وجہ وجیہ معلوم نہیں ہوتی اور اگر اونکا یہہ گمان ہو کہ گیارہ رکعت میں تراویح فقط آٹھہ ہی ہیں اور باقی تین وتر تو یہہ ایک محض تخمین اور خانہ ساز بات ہے ورنہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے تو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ صلوۃ اللیل جو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں پڑہی ہے یا جو اور کوئی پڑہے رمضان خواہ غیر رمضان میں وہ بہی وتر ہیں چنانچہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص اپنے قیام اللیل پر جسکو رمضان میں باجماعت ادا فرمایا ہے اطلاق وتر اس حدیث میں فرماتے ہیں عن جابر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام فی شہر رمضان ثم انتظروہ من القابلۃ فلم یخرج وقال انی خفت ان یکتب علیکم الوتر رواہ ابن حبان - اب سنو وہ حدیث جسمین اور ون کی قیام اللیل کو وتر فرمایا ہے عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ما قد صلی متفق علیہ قال فی المرقاۃ ای تجعل تلک الرکعۃ صلوۃ اللیل

التی صلّٰہا وترًا انتہی - اب اگر کوئی کہے کہ یہان تمام صلوٰۃ اللیل کو لغۃً وتر فرمایا ہے نہ شرعًا
تو اوسکو کہا جاویگا کہ حق تعالیٰ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطے بیان شرع لغات
کی نہین بہیجا ہے اس امر کے لئے عرب کی لغت دان کافی تہی لہذا اطلاقات شارع مین حمل
الفاظ کا معانی شرعیہ پر لازم ہے اوراسکہ کوئی مانع قطعی اس سے منع نکرے اسیواسطے علمانے
اصول فقہ مین قاعدہ مقرر کر رکہا ہے کہ حمل لفظ شارع کا اوپر حقیقت شرعی کے مقدم ہے حمل
کرنیسے اوپر حقیقت لغوی کے جیسا کہ شرح مسلم کے صفحہ ۳۴ مین ہو ان حمل اللفظ علی الحقیقۃ
الشرعیۃ مقدم علی حملہ علی الحقیقۃ اللغویۃ کما تقرر فی اصول الفقہ انتہی - اور ایسا ہی
نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار مین ہے اور اگر اس محل مین کوئی مانع قطعی ہے تو مدعی بیان کرے
اسمین اگر کوئی یہہ مانع پیش کرے کہ احکام وصفات وتر وصلوٰۃ اللیل باہم متخالف ہین جس سے
تخالف باہمی اونکا لازم آتا ہے ازانجملہ یہہ کہ وتر اول شب بہی درست ہے اور قیام اللیل آخر شب
ہی چاہئے وازانجملہ یہہ کہ وتر ایک رکعت کے ساتہہ درست ہی بخلاف قیام اللیل کے کہ جس مین
ایک رکعت کافی نہین ازانجملہ یہہ وتر واجب ہے اور اوسمین وعید آئی ہے جیسے آوتر حق
فمن لم یوتر فلیس منا - اسیواسطے اسکی فوت ہوجانیسے اسکی قضا کا امر آیا ہے بخلاف قیام اللیل
کے وازانجملہ یہہ کہ کئی احادیث مین وتر کو صلوٰۃ اللیل سے علاوہ نماز پر اطلاق کیا ہے ایک
حدیث مین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑہتے جسمین پانچ کے ساتہہ وتر
کرتے - ایک مین ہی انمین سے ہوتے وتر اور دو رکعتین فجر کے اور بعض احادیث مین یون آیا
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو دو یا چار چار رکعتین پڑہتے پہر وتر کرتے ساتہہ ایک رکعت
کے یا تین کے اور ایک حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز پڑہتے جب وتر
پڑہتے تو حضرت عائشہ صدیقہ کو جگاتے پس وہ وتر پڑہتین اور خاص قیام رمضان مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے روایت ابن حبان مین اسطرح آیا ہے انہ صلّی بہم فی رمضان فصلّی ثمان
رکعات واوتر ایسی روایات اور بہیون ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ وتر اور شی ہے اور قیام
اللیل اور ازانجملہ یہہ کہ محدثین قیام اللیل کو علیحدہ ابواب مین ذکر کرتے ہین اور وتر کو
علیحدہ مین وقس علی ہذا تو دفع اسکا یہہ ہے کہ کسی حکم مین احکام مذکورہ مین سے وتر او

قیام اللیل متخالف نہین حکم اول مین اسلیئے متخالف نہین کہ اول شب وتر پڑہنا اوسکی حق مین ہے جو آخر شب اوٹھہ نہ سکے چنانچہ حدیث جابر رضہ مین ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خاف ان لا یقوم آخر اللیل فلیوتر اوله ومن طمع ان یقوم آخره فلیوتر آخر اللیل فان صلوٰة آخر اللیل مشهودة وذلک افضل رواه مسلم۔ اور یہی حال ہے قیام اللیل کا کہ وہ بہی آخر شب نہ اوٹھنیوالے کے لیئے اول شب مین درست ہے چنانچہ حدیث ثوبان مین بہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا السهر جهد وثقل فاذا اوتر احدکم فلیرکع رکعتین فان قام من اللیل والا کانتا له۔ رواه الدارمی قال فی المرقاة ای کانتا من قیام اللیل انتہی اور فعل آنحضرت صلعم قیام رمضان مین جسکا بیان حدیث ابوذر رضہ مین بصفحہ ۱۳ رسالہ کے گذرا ہے کہ جب سات شب باقی رہین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثلث رات تک قیام کیا اور جب پانچ رہین تو نصف تک کیا پہر لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو نفلتنا قیام هذه اللیلة یعنی اور زیادہ کرین تو خوب ہو تو آپنے فرمایا ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام لیلة یعنی اسمین قیام اللیل ہوچکا یہ ہے اسپر ناطق ہے کہ اون دو راتون مین قیام اللیل آپکا اول شب واقع ہوا اور جو آنحضرت صلعم نے اول شب وتر پڑہی جیسی اس حدیث مین ہے ربما اوتر فی اول اللیل وربما اوتر فی آخره رواه ابوداود اور کل اللیل اوتر رسول اللہ صلعم من اول اللیل واوسطه وآخره الحدیث رواه الشیخان اسمین بہی غور کیجاوے تو اول شب کے قیام کا جواز نکل آتا ہے اسلیئے کہ جو اول شب مین آپنے وتر پڑہے ہین یہی آپکا قیام اللیل ہے کیونکہ کہین ثابت نہین کہ جب شب وتر پڑہتے ہین تو پہر اوس شب کے اخیر مین قیام اللیل علیحدہ کیا ہو۔ من ادعی فعلیه البیان حکم ثانی مین اسلیئے متخالف نہین کہ اگر وتر اور قیام اللیل مین ایک رکعت کے جائز کافی ہونے مین تخالف ٹہرایا ہے تو یہہ محض غلط ہے کیونکہ جیسے وتر مین ایک رکعت جائز ہے ایسی ہی قیام اللیل مین بہی ایک رکعت جائز ومکتفی ہے چنانچہ کتاب طبرانی مین ہے عن ابن عباس قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لصلوٰة اللیل ورغب فیها حتی قال علیکم الصلوٰة اللیل ولو رکعة اسکو محلی شرح موطا مین ذکر کیا ہے بلکہ غور کرو تو اسی سے جواز ایک

رکعت وتر کا جس سے پہلے کچھہ نہ پڑھا جاوے نکلتا ہے چنانچہ اسی روایت سے محلی
مین جواز رکعت واحدہ پر استدلال کیا ہے یہان محلی پورے کلام نقل کیجاتی ہے
وروی عبد الحق فی الاحکام من جہۃ ابن عبد البر عن ابی سعید انہ صلی اللہ علیہ وسلم
نہی عن البتیراء ان یصلی الرجل واحدۃ یوتر بہا وفیہ عثمان بن محمد بن ربیعۃ قال والغالب
فی حدیثہ الوہم وروی الشافعی ان عمر دخل المسجد فصلی رکعۃ فقال انما ہو تطوع
فمن شاء زاد ومن شاء نقص واحتج بہ الشافعی علی ان الامر فی التطوع واسع وعن
ابن عباس قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصلوۃ اللیل ورغب فیہا حتی قال
علیکم صلوۃ اللیل ولو رکعۃ ۔ رواہ الطبرانی ۔ اور اگر ایک رکعت کے مسنون پڑہنے
مین تخالف ٹھرایا ہے تو یہہ بہی غلط ہے کیونکہ جیسی ایک رکعت قائم اللیل کے اداء سنت مین
کافی نہین ایسی ہی وتر کے اداء سنت مین ایک رکعت کافی نہین آن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے کسی حدیث سے ثابت نہین کہ اونہون نے نماز وتر مین فقط ایک رکعت پر اکتفا
کیا ہو اور اوس سے پہلے کوئی شفع نہ پڑہا ہو بلکہ عدد رکعات نماز آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جو رات کو پڑہا کرتے سات سے کم نہ تہی چنانچہ سنن ابو داؤد صفحہ نمبر ۱۹۲ مین ہے عائشہ رضی
قالت کان صلی اللہ علیہ وسلم یوتر باربع وثلث وست وثلث وثمان وثلث وعشرۃ وثلث
ولم یکن یوتر بانقص من سبع ولا باکثر من ثلث عشرۃ اور جو بعض روایات مین پانچ رکعت یا
تین کا ذکر آیا ہے تو انکے پہلے یا پیچہے شفع پڑہنی کا ذکر بہی آگیا ہے ۔ دیکہہ کے کتب سنن مین
جسکا جی چاہے سنن ابو داؤد مین بصفحہ ۱۸۸ و ۱۸۹ سنن نسائی مین بصفحہ ۱۵۴ جامع ترمذی
مین بصفحہ ۶۳ ایسا ہے جو بعض روایات مین ذکر ایک رکعت سے وتر کرنیکا آن حضرت سے آیا
ہے اسکے بہی یہی معنی ہین کہ پہلے شفعون کو ایک رکعت پڑہکر وتر کیا نہ یہہ کہ خالی ایک ہی
پڑہی یہہ بات صحیحین و سنن مین خوب مفصل ہے سنن نسائی مین ایک باب ایسے مضمون کا
منعقد کیا ہے کہ ایک رکعت سے وتر کیونکر چاہیے چنانچہ صفحہ ۱۵۲ مین کہا ہے ۔ کیف الوتر
بواحدۃ اخبرنا الربیع الی ان قال عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ اللیل مثنی
مثنی فاذا اردت ان تنصرف فارکع بواحدۃ توتر لک ما قد صلیت انتہی اصل حدیث کا

صحیح بخاری کے صفحہ ۱۳۵ مین وصحیح مسلم کے صفحہ ۲۵۷ مین ہے اور یہی مذہب مالکیہ کا ہے کہ پہلی شفع پڑھکر ایک ساتھہ وتر کرے اور اسی کو شافعی رح افضل کہتے ہین اگرچہ وہ تنہا ایک رکعت پڑھنے کے جواز کے بھی قائل ہین لیکن مفروض اس شق کا جواز نہین بلکہ سنت ہے - اب ہم تائید اس امر مین کہ ایک رکعت پڑھنی سنت نبوی صلعم نہین ہے اسکے پہلے کسیقدر شفع ضرور پڑھنا چاہئے بعض عبارات علماء کے نقل کرتے ہین - محلی شرح مؤطا مین ہے مالک عن ابن شہاب ان سعد بن ابی وقاص القرشی احد العشرة المبشرة کان یوتر بعد العتمة ای فرض العشاء بواحدة ولا یشفع قبلها قال مالک ولیس علی هذا العمل عندنا بالمدینة ولکن ادنی الوتر ثلث یشفع برکعتین ویسلم ثم یوتر بواحدة فان لم یفصل بینهما ونسی الی ان قام فی الثالثة یسجد للسهو لکراهة الخطأ وروی ابن ابی شیبة عن ابراهیم قال کانوا یوترون باحدی عشرة وبتسع وسبع وخمس وکان یقول لا وتر باقل من ثلث وروی ابن ابی شیبة ایضا انه انکر ابن مسعود علی سعد بن ابی وقاص ایتاره برکعة وقال ما هذه البتیراء لا اعرفها علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم اعلم ان الوتر عند الحنفیة ثلث کالمغرب لا یسلم بینهن وقال مالک ادناه ثلث یسلم فیهن ومعهن الشفع قبل الوتر وقال الشافعی واحمد یجوز الایتار برکعة واحدة ولکن الثلث افضل منه والثلث المفصولة افضل من الثلث الموصولة والموصولة بتشهدین فرقا بینه وبین المغرب لحدیث الدارقطنی لا تشبهوا الوتر بصلوة المغرب وثلثة موصولة افضل من رکعة واحدة بل قال القاضی ابو الطیب ان الایتار برکعة مکروه وسئل احمد ما تقول فی الوتر قال اکثر الحدیث واقواه رکعة فانا اذهب الیها ثم سئل عنها فقال یسلم فی الرکعتین وان لم یسلم رجوت ان لا یضره الا ان التثلیث ثبت قال الزرکشی کما نقله الشیخ الاجل قدس سره عن احمد فی الایتار برکعة واحدة روایتان فی روایة یکره وفی اخری لا فقد روی عن عشرة من الصحابة فیهم ابو بکر وعمر وعائشة ان الوتر رکعة واحدة وحدیث البتیراء ضعیف ولو صح کان المراد ما لم یشفع قبله انتهی قسطلانی شرح بخاری مین بذیل حدیث صلوة اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم الصبح صلی رکعة واحدة توتر له ما قد صلی بصفحہ ۲۵۹ جلد ۲ کے کہا ہے فیه ان اقل الوتر رکعة وانها تکون مفصولة بالتسلیم مما قبلها وبه قال الائمة الثلاثة خلافا للحنفیة حیث قالوا یوتر بثلث کالمغرب لحدیث عائشة انه

صلى الله عليه وسلم كان يوتر بها كذلك رواه الحاكم وصححه نعم قال الشافعية لو اوتر بثلث موصولة
فالاكثر تشهد في الاخيرتين او في الاخيرة جاز للاتباع رواه مسلم لا ان تشهد في غيرهما فقط
او معهما او مع احدهما لانه خلاف المنقول بخلاف النفل المطلق لانه لا حصر لركعاته وتشهداته
لكن الفصل ولو بواحدة افضل من الوصل لانه اكثر اخبارا وعملا ثم الوصل بتشهد افضل منه بتشهدين
فرقا بينه وبين المغرب وروى الدارقطني باسناد رواته ثقات حديث لا توتروا بثلاث ولا تشبهوا
الوتر بصلاة المغرب وثلثة موصولة افضل من ركعة لزيادة العبادة بل قال القاضي ابو الطيب ان
الايتار بركعة مكروه الخ واستدل به المالكية على تعيين الشفع قبل الوتر لان المقصود من الوتر ان تكون
الصلوة كلها وترا لقوله عليه الصلوة والسلام صلى ركعة توتر له ما قد صلى واجيب بان سبق الشفع
شرط في الكمال لا في الصحة لحديث ابي داؤد والنسائي وصححه ابن حبان عن ابي ايوب مرفوعا الوتر
حق فمن شاء اوتر بخمس ومن شاء بثلث ومن شاء بواحدة انتهى اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ قیام اللیل
اور وتر ایک رکعت پڑھنے کے حکم مین متخالف نہین جواز کے راہ سے دیکھین تو دونون مین جواز ہے
اور اگر اولویت وسنیت کی طرف نظر کرین تو دونون مین ایک رکعت پر اقتصار نہین یہہ بات نہین کہ
وتر مین اقتصار ایک رکعت پر بلا انضمام شفعات کے مسنون ہے اور قیام اللیل مین نہین حکم
ثالث مین اسلئے وتر وقیام اللیل متخالف نہین ہین کہ جیسے قیام اللیل واجب نہین ویسے ہی وتر بہی
واجب نہین اور یہی قول ہے جہان کے علما کا سواے امام ابو حنیفہ کی یہانتک کہ امام صاحب
کے شاگرد بہی قائل عدم وجوب ہین اور دلیل وجوب کوئی صحیح وصریح نہین ملتی ہے بلکہ بمقابلہ
اسکے دلائل عدم وجوب قایم ہین از انجملہ یہہ قول آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لا الا
ان تطوع بجواب اوس قائم کے جسنے عرض کیا تہا کہ مجہپر کوئی نماز اور بہی ہے سوای صلوۃ خمسہ کے
رواہ الشیخان قال النووی فیہ ان صلوۃ الوتر لیست بواجبۃ الخ واز انجملہ فرمانا آنحضرت کا معاذ
رضہ کو جب اونکو یمن بہیجا تہا فان ہم اطاعوا لذلک فاعلمہم ان اللہ قد فرض علیہم خمس صلوات
فی کل یوم ولیلۃ الحدیث رواہ مسلم صفحہ ۳ قال النووی وفیہ ان الوتر لیس بواجب لان بعث معاذ
الی الیمن کان قبل وفات النبی صلعم بقلیل بعد الامر بالوتر والعمل بہ واز انجملہ حدیث خمس
صلوۃ کتبہن اللہ تعالی علی العباد الخ عبادۃ بن الصامت نے اس سے نفی وجوب وتر پر استدلال

دلائل عدم وجوب وتر

کیا ہے جیسا کہ موطا مین ہے صفحہ ۴۳ عن ابن محیریز ان رجلا من بنی کنانۃ یدعی المخدجی سمع رجلا بالشام یکنی ابا محمد یقول ان الوتر واجب قال المخدجی فرحت علی عبادۃ بن الصامت فاعترضت لہ وھو رائح الی المسجد فاخبرتہ بالذی قال ابو محمد قال عبادۃ کذب ابو محمد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خمس صلوٰۃ کتبھن اللہ تعالی علی العباد فمن جاء بھن لم یضیع منھن شیئا استخفافا بحقھن کان لہ عند اللہ عھدا ان یدخلہ الجنۃ ومن لم یات بھن فلیس لہ عند اللہ عھد ان شاء عذبہ وان شاء ادخلہ الجنۃ وازانجملہ یہہ حدیث کہ بخاری مین مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر علی البعیر — سو اگر وتر واجب ہوتا تو وا بہ پر نہ پڑہتے چنانچہ قسطلانی نے اس حدیث کے شرح مین کہا ہے وسیاتی ان شاء اللہ تعالی ان ابن عمر رض کان یصلی من اللیل علی دابتہ وھو مسافر فلو کان واجبا لما جازت صلوتہ علی الدابۃ وروا عبد الرزاق عن ابن عمر رض ایضا انہ کان یوتر علی راحلتہ وربما نزل فاوتر بالارض فلطلب الافضل لا انہ واجب انتھی اور وجہ اس امر کی کہ اگر واجب ہوتے تو سواری پر نہ پڑہتے یہہ ہے جو آگے ساتھہ ہی بخاری مین روایت ہی عن ابن عمر رض قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی السفر علی راحلتہ حیث توجھت بہ یومی ایماء صلوٰۃ اللیل الا الفرائض لحدایث وازانجملہ یہہ کہ قرآن میں شانہ ہے حافظوا علی الصلوت والصلوۃ الوسطی سو اگر وتر کو بہی واجب کیا جاوے تو صلوۃ وسطی کوئی نرہیگی چنانچہ قسطلانی مین بجواب حدیث الوتر حق کے کہا ہے والصارف لہ عن الوجوب عند الشافعیۃ قولہ تعالی والصلوۃ الوسطی ولو وجب لم یکن للصلوات الوسطی وازانجملہ یہہ جو حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے لیس الوتر بحتم کصلوتکم المکتوبۃ ولکن سنۃ سنھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ النسائی والترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ کما ذکرہ فی بلوغ المرام اور یہہ روایت سنن ابن ماجہ مین ان لفظون سے ہے ان الوتر لیس بحتم ولا کصلوتکم المکتوبۃ الحدایث وازانجملہ یہہ کہ کسی نے ابن عمر رض سے وجوب وتر کا سوال کیا تو اونہون نے جواب مین یہی کہا کہ مسلمانون نے وتر پڑہے ہین اور اوسپر اطلاق لفظ وجوب نکیا پہر سائل نے تکرار کیا تو بہی آپنے یہے جواب دیا غرض لفظ وجوب مونہہ پر نہ لائے — ایسا ہی عبادہ بن صامت سے مروی ہے چنانچہ پہلا کلام اونکا عبارت محلی مین آچکا وازانجملہ وہ حدیث ہے جسکو شیخین

وتر دلیل وجوب سمجھی ہین اور حقیقت مین وہ دلیل نفی وجوب کے ہے وہ یہہ حدیث ہے ان اللہ
امدکم بصلوۃ ہی خیر لکم من حمر النعم قلنا وما ہی یا رسول اللہ صلعم قال الوتر شرح بلوغ المرام
مین ہے اور زرقانی نے بجاے امدکم زادکم و در بعض ادرکم آمدہ و در سبل گفتہ حدیث مفید عدم
وجوب وتر ست بقولہ امدکم چہ مدد امداد و زیادت چیزی ست کہ تقویت مزید علیہ بکند گفتہ میشود
مدّ الجیش وامدّہ اذا زاد والحق بہ ما یقویہ ویکثرہ ومدّا ومدّ الدواۃ امدّہا زادہ کرد انرا چیزیکہ
اصلاح کند انرا و مددت السراج والارض چون اصلاح کردے انرا بروغن وسماد وگذشت
خلاف در وجوب وتر و عدم آن انتہی ونوافل وغیرہ برای تقویت فرائض وتتمیم نقصان آنہا
است چنانچہ در احادیث سنن از تمیم داری وارد شدہ ست انتہی اور حجۃ اللہ البالغہ مین
صفحہ ۲۱۴ بعد نقل کرنے اس حدیث کے کہا ہے اقول ہذہ اشارۃ الی ان اللہ تعالی لم یفرض
علیہم الا قدرا یتأتی منہم ففرض علیہم احدی عشرۃ رکعۃ ثم اکملہا باقی الرکعات فی الحضر
ثم امدہا بالوتر للمحسنین لعلمہ صلعم ان المستعدین للاحسان یحتاجون الی مقدار زائد فجعل الزیادۃ
بقدر الاصل احدی عشرۃ رکعۃ وہو قول ابن مسعود رض للاعرابی لیس لک ولا صحابک انتہی اور یہ
حدیث اگرچہ ضعیف ہے بخاری نے اسکو ضعیف کہا ہے اور ابن حبان نے اسکے اسناد کو منقطع اور
اسکی متن کو باطل کہا ہے لیکن چونکہ موجبین وتر نے اسکو مقبول سمجھکر باب وجوب مین مستند و دینہ
بنانہ کہا ہے اسلئے ہمنے اسکو نفی وجوب مین دستاویز کیا اور ازانجملہ وہ حدیث ہے جسکا یہ
مضمون ہے کہ تین چیزین ہین جو مجہپر فرض ہین اور تمہارے لئے نفل وتر اور دو رکعتین
ضحی کے اور قربانی - روایت کیا اسکو طبرانی اور حاکم اور احمد نے یہہ حدیث بھی اگرچہ
ضعیف ہے لیکن چونکہ قدیم تمسک بہ ہمارا اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اسلئے ہمنے اوسے
بطور الجدل استدلال کیا - یہہ ہین دلایل نفی وجوب وتر اور جو مقابلہ اسکے دلائل وجوب پیش
کرتے ہین اون مین جو صحیح ہین وہ وجوب مین صریح نہین اور جو صریح ہین
وہ صحیح نہین تفصیل اس اجمال سے انہین کے علماسی نقل کرتے ہین - مولوی سلام اللہ پوتے
شیخ عبد الحق کے محلی شرح موطا مین بذیل حدیث عبادہ کے جو اوپر گذر چکی ہے فرماتے ہین
والحدیث ظاہر فی استنان الوتر حیث اقتصر علی ذکر الخمس فی المکتوبات واخرج الحاکم عن

عبد الرحمن بن ابي عمرة البخاري انه سأل عبادة عن الوتر فقال امر حسن عمل به النبي صلى الله عليه
وسلم والمسلمون بعده وليس بواجب صحح على شرطهما وبه قال مالك والشافعي واحمد وابو يوسف
ومحمد والعلماء كافة ان الوتر سنة وهو واجب عند ابي حنيفة وحكاه ابن قدامة ونقله ابن
العربي عن اصبغ المالكي ووافقه سحنون قال الحافظ وكانه اخذ عن قول مالك من تركه ادب
وكان جرحا في شهادته وروى ابن ابي شيبة عن ابن المسيب ومجاهد والضحاك وابي عبيدة بن عبد الله
بن مسعود ما يدل على وجوبه عندهم ولكن له ايضا عن مجاهد انه قال الوتر سنة وله عن ابن المسيب
انه قال سن رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر كما سن الفطر والاضحى وله عن عطاء ومحمد بن علي قالا
الوتر سنة واحتج الجمهور بقوله تعالى حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى فلو كان الوتر واجبا لم يبق
الوسطى وبما في الصحيحين انه صلى الله عليه وسلم قال لمعاذ حين بعثه الى اليمن ادعهم الى
شهادة ان لا اله الا الله فان هم اطاعوا لذلك فاعلمهم خمس صلوات في اليوم والليلة وكان
بعث معاذا الى اليمن سنة عشر قبل حجه صلعم كما في مغازي البخاري وبحديث الاعرابي لما قال
هل علي غيرهن اي غير الخمس قال لا الا التطوع وللترمذي واحمد عن عاصم بن ضمرة انه
قال علي الوتر ليس بحتم كالصلوة المكتوبة ولكن سنة سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال
ان الله وتر يحب الوتر فاوتروا يا اهل القرآن واخرج ابن حبان انه صلى الله عليه وسلم ام بهم
في رمضان فصلى ثمان ركعات والوتر ثم انتظروه من القابلة فلم يخرج اليهم فسألوه فقال خشيت
ان يكتب عليكم الوتر وروى احمد والطبراني والحاكم عن ابن عباس ثلاث هن علي فريضة
وهن لكم تطوع الوتر وركعتا الضحى والنحر واستدل للامام ابي حنيفة في ايجابه بحديث
ان الله تعالى زادكم صلوة الا وهي الوتر فصلوها ما بين العشاء الى طلوع الفجر قال وهذا امر
والامر للوجوب انتهى والحديث الذي ذكره اخرجه احمد والطبراني عن ابي سعيد الخدري
وفي رواية لاحمد زادني ربي صلوة وهي الوتر وقتها من العشاء الى طلوع الفجر وفي سنده
ضعف قال ابن الهمام وقد اختلف في وجه الاستدلال فقيل من قوله زادكم فان الزيادة لا
يتحقق عند حصر المزيد عليه والمحصور الفرائض لا النوافل ويشكل عليه ما للحاكم والبيهقي
بسند صحيح انه صلى الله عليه وسلم قال ان الله زادكم صلوة الى صلوتكم هي خير لكم من حمر النعم

الا وهي اكدكعتان قبل الصبح ومن ثم استدل في الهداية بظاهر الامر واعرض عن الاستدلال بقوله زادكم ومما استدل به للوجوب مارواه ابو داود وصححه الحاكم الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا ورد بان في سنده ابو المنيب عبيد الله العتكي وفيه ضعف لانه يخطئ وكان صدوقا وعلى تقدير قبوله يحتاج الى ان لفظ حق بمعنى واجب واجاب عنه ابن الهمام بان ابا المنيب ثقة ابن معين والحاكم وقال ابن ابي حاتم سمعت ابي يقول صالح الحديث وانكر على البخاري ادخاله في الضعفاء وتكلم فيه النسائي وابن حبان وقال ابن عدي لا بأس به فالحديث حسن ويشهد لكون الحق بمعنى الواجب ما رواه البزار من فوعا الوتر واجب على كل مسلم انتهى والحق ان تلك الاحاديث على تقدير صحتها محمولة على كون الامر للندب والحق بمعنى الثابت وكذا الوجوب او المراد به تاكد الاستحباب كما قال الحنفية والجمهور في قوله صلعم غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم جمعا بينهما وبين قصة معاذ والاعرابي وغيرها من الاحاديث الصحيحة بكون الوتر سنة غير واجبة واجابهم عن قصة معاذ بانه يجوز ان يكون الوجوب بعد سفر معاذ بعيد كل البعد لقد كان ذلك في آخر حياة النبي صلى الله عليه وسلم قال الحافظ ابن حجر وغيره لم يصح جوابهم عن حديث ابن حبان خشيت ان يكتب لكم الوتر بان المراد بالوتر مجموع صلوة الليل انتهى كلام صاحب المحلى- اس عبارت سے ثابت ہوا کہ متمسکات قائلین بوجوب وتر جو صحیح ہیں وہ صریح نہیں اور جو صریح ہیں وہ صحیح نہیں اور یہہ بھی واضح ہوا کہ جمہور علما اس مسئلہ میں مقابلہ امام ابو حنیفہ عدم وجوب وتر کے قائل ہیں اور نووی نے بھی شرح مسلم صفحہ نمبر ۲۳ میں کہا ہے وهذا ايدل على عدم الوجوب من مذهب الجماهير انتهى اور شاہ ولی اللہ حجۃ البالغہ صفحہ نمبر ۱۴ ج ۲ میں فرماتے ہیں والحق ان الوتر سنۃ هو اوكد السنن بينه على وابن عمر وعبادة بن الصامت رضي الله عنهم فقاله صلعم ان الله امدكم بصلوة هي خير لكم من حمر النعم افقال هذا اشارة الى ان الله تعالى لم يفرض عليهم الى آخر ما نقلنا مختصرا اور جو فوت وتر سے قضاء کا امر آیا ہے اس سے وجوب اسکا نہیں نکلتا اسطرح پر تو قضاء سنن روایت بھی ثابت ہے اور خاصکر قیام اللیل کے قضا کا بھی امر آیا ہے- بخاری وغیرہ میں حدیث ہے کہ آنحضرت نے بعد عصر کے دو رکعتیں اخیر ظہر کے پڑھیں

درخاص قیام اللیل کے باب مین ابوداؤد کے صفحہ نمبر ۱۸۵ مین حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من نام عن حزبہ او عن شیء منہ فقرءہ ما بین صلوۃ الفجر وصلوۃ الظہر کتب لہ کانما قرءہ
من اللیل اور یہہ حزب عام ہے خواہ خارج صلوۃ ہو خواہ داخل - اسیواسطے محدثین اس کو
قیام اللیل مین لاکر اس سے قیام اللیل پر استدلال کرتے ہین - اس تحقیق سے واضح ہو گیا
کہ وتر و قیام اللیل وجوب مین متخالف نہین - ایسا ہی رابع انکے باہمی تخالف کا موجب نہین
ہے اسلئے کہ جہان کہین وتر کو صلوۃ اللیل سے علیحدہ و علاوہ شمار کیا ہے یا اوس مین سے
بعض ٹھہرایا ہے یا مستثنی کیا ہے تو بنظر اسکے کہ حقیقت مین وتر نام اوسی طاق نماز کا
ہے اور بذات خود وہی وتر ہے بخلاف باقی صلوۃ اللیل کے جو دو دو چار چار رکعتین کر کے
پڑہی جاتے ہین کیہہ حقیقۃً شفع ہے نہ وتر لہذا اس اطلاق مین موضوع لہ حقیقی وتر ملحوظ ہوتا ہے
اور وتر اولاً و بالذات مراد ہوتا ہے اور جہان کہ کل صلوۃ اللیل کو وتر کہا جاتا ہے تو وہان اطلاق
وتر تمام نماز پہ خواہ بالذات شفع ہے اور بالعرض و تبع غیر وتر ملحوظ ہوتا ہے - اور یہہ اطلاق
بہت شائع و ذائع ہے اور نصوص نبویہ و تصریحات صحابہ وغیرہ علما مین موجود سوا احادیث نبویہ
تو گذر چکے ہین اول وہی حدیث جو چند بار گذری ہے صلوۃ اللیل مثنی مثنی فاذا خشی احدکم
الصبح صلی واحدۃ توتر لہ ما قد صلی اس مین تصریحات ہے کہ جتنی نماز پڑہے وہ سب ہو جاوے وتر
دوم وہ حدیث جو صدر اس تقریر مین گذر چکی خشیت ان یکتب علیکم الوتر اسیطرح تصریحات
صحابہ وغیرہ علماء کے سعد بن ہشام تابعی نے حضرت عائشہ سے آنحضرت کے وتر کی سوال
کیا تو اونہون نے کل گیارہ رکعت اور نو رکعت کو جواب مین بیان کیا ذکرہ فی مشکوۃ
صفحہ نمبر ۱۰۳ فی لفظ انبئینی عن وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ایسا ہے عبداللہ بن قیس نے
پوچھا تو وتر بتایا حضرت عائشہ رض نے کل سات رکعت اور نو رکعت اور گیارہ رکعت اور
تیرہ رکعت کو وتر فرمایا چنانچہ صفحہ نمبر ۱۰۴ مین مشکوۃ کے ہے ولفظہ بکم کان رسول اللہ
یوتر قالت کان یوتر بار بع وثلث الخ قسطلانی نے شرح بخاری مین بذیل حدیث کان یصلی کان
احدی عشرۃ رکعۃ کے کہا ہے - ھی اکثر الوتر عند الشافعی لھذا الحدیث سنن نسائی مین
کہ ہو اضح ہو ... صلوۃ اللیل ... من اطلاق وتر کہا ہے چنانچہ کہا ہے کیف الوتر بتسع پھر اوس

حدیث کو ذکر جس مین آنحضرت کے تمام قیام مین تیرہ رکعتین پڑہنے کا ذکر ہے پہر کہا ہے
باب کیف الوتر باحدی عشرة رکعة اور اس مین وہ حدیث ذکر کی جس مین یہہ ذکر ہے
کہ آپنے کل گیارہ رکعتین پڑہین پہر کہا ہے باب الوتر بثلاث عشرة رکعة اور اسمین حدیث
ذکر کی کان رسول اللہ صلعم یوتر بثلاث عشرة رکعة تو دیکہو کہ ان سب مین اطلاق وتر کل صلوة
اللیل پر ہوا ہے نہ خاص اوس نماز پر جو حقیقةً وتر ہوتے ہے شاہ ولی اللہ صاحب حجة اللہ
مین فرماتے ہین والاصل ان صلوة اللیل هی الوتر وهو معنی قوله صلعم ان اللہ امدکم
بصلوة هی الوتر فصلوها ما بین العشاء الی الفجر وانما شرعها النبی صلعم وترا لان الوتر عدد مبارک
وهو قوله صلعم ان اللہ وتر یحب الوتر فاوتروا یا اهل القرآن لکن لما رای النبی صلعم ان القیام
لصلوة اللیل جمیعه لا یطیقه الا من وفقه لم یشرعه تشریعا عاما ورخص فی تقدیم الوتر اول اللیل
ورغب فی آخره انتهی لغرض اطلاق وتر جیسی وتر ایک یا تین یا پانچ رکعت اخیرہ پر علحدہ صلوة اللیل
سے بعض روایات مین آیا ہے ایسی ہی کل صلوة اللیل پر بہی آگیا ہے پس اس اطلاق مین
یہہ آپسمین متخالف نہین ہین غایة ما فی الباب یہہ کہ اطلاق اسکا وتر حقیقی پر اولًا و بالذات ہو
اور کل نماز شب پر ثانیًا و بالتبع لکن اس سے انکا تخالف کسی حکم شرعی مین جیسے لزوم وتر کہ مثلاً
لازم نہین آتا ۔ اب یہ امر خامس یعنی ذکر کرنا محدثین کا وتر و قیام اللیل کو علیحدہ علیحدہ ابواب
مین سو یہہ بہی مثبت مخالفت حکم وتر و قیام اللیل نظر شارع مین نہین ہو سکتا وجہ اسکی یہہ
کہ تعدد ذکر ابواب وتر و قیام اللیل کا مبنی لحاظ صفات قیام اللیل پر ہے اصل مین مقصود
شارع تشریع قیام اللیل ہے لیکن اوسمین کئی ملحوظ نظر شارع ہین ایک یہہ کہ وہ وصف
تہجد کے ساتہہ ہو یعنی بعد نوم ادا کیجاوے دوم یہہ کہ وہ وتر ہو یعنی طاق پڑہی جاوے
سوم یہہ کہ رمضان مین بنسبت اور مہینون کے اوسکا بہت اہتمام کیا جاوے سو بلحاظ
ان صفات متعددہ کے اور اظہار اس امر کے کہ لوگ اس صلوة اللیل مین ان صفات کا
اہتمام نہ چہوڑین محدثین اونکو ابواب متعددہ مین بنظر صفات مذکورہ ذکر کرتے ہین کبہی
قیام اللیل نام رکہتے ہین کبہی تہجد کبہی وتر کبہی قیام رمضان اور ہر ایک باب مین وہی حدیثین
ذکر کرتے ہین جو صلوة اللیل مین آنحضرت صلعم سے مروی ہین نہ یہہ کہ ہر ایک باب مین

علیحدہ علیحدہ جدا شین لاوین اور نماز مین جدا جدا اونکے واسطے تجویز کرین چنانچہ ناظرین کتب
صحاح ستہ پر یہہ امر پوشیدہ نہین - خلاصہ کلام یہہ کہ کل عدد رکعات نماز آن حضرت صلعم
مین سے آٹھہ کو تراویح کہنا اور تین کو وتر کسی دلیل شرعی سے ثابت نہین بلکہ سب ہی تراویح
ہین اور سبھی وتر جسکا ادا کرنا ہمیشہ آٹھہ و تین آدا سے جیسی رکعت مین متصور نہین ہے

واللہ اعلم بالصواب

حاشیہ متعلقہ صفحہ مسئلہ نمبر ۱۳

بعض مسائل مین ہمارا اس تحقیق کے بظاہر خلاف پایا جاتا ہے کہ قول و فعل صحابہ کا عموماً
مندوب ہے اور خلفای راشدین کا خصوصاً واجب مثل اتباع سنت نبوی اور اسپر کئے
احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے اول ما راہ المسلمون حسنا فهو عند اللہ حسن دوم
حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین سوم حدیث اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر
چہارم اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم پنجم قول مجاہد تفسیر اولی الامر مین کہ
مراد اس سے اصحاب رضی اللہ عنہم ہین - اور اس قول کو بعض روایات جنمین خاصکر
امیر المؤمنین حضرت ابوبکر و عمر رض وغیرہما کے ذکر کے جہت سے چار دلیلون کی قائم مقام
ٹھہرایا ہے پہر ششم دلیل یہہ بیان کی ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ بنام امیر
معاویہ رض لکھا تو اوسمین سیرت خلفاء راشدین کی جیتون پر عمل کرینگے شرط لکھدی ہے -
پہر ہفتم دلیل یہہ لکھی ہے کہ ابن مسعود رض نے فرمایا ہے من کان مستنا فلیستن بمن
قد مات اولئک اصحاب محمد الحدیث - یہہ تین دلائل اونکے سوا ہین ہمارے یہہ
کلام ہے کہ اگر مراد اونکی اتباع سے اتباع اوس امر مین ہے جس مین یہہ لوگ صاحب شریعت
کے متبع ہون اور اوس سے وہ ناقل ہون تو اسمین ہمکو کچھہ نزاع نہین ایسے اتباع کے
واسطے اور بھی بہت دلائل کتاب اللہ و سنت صحیحہ مین موجود ہین اور اگر مراد اتباع
اوس امر مین ہے جو محض اپنی رائے سے کہین یا از خود ایجاد کرین تو یہہ محل نزاع سے ہے اور رغبوت ایسے

اتباع کا ان آثار و دلائل سے عنقا صفت ہے اسلیے کہ اول دلیل تو لائق احتجاج کے
نہیں کیونکہ رفع اسکا صحیح نہیں اور موقوف حجت نہیں خصوصاً ایسے
مسائل میں جو اصول دین سے ہیں قطع نظر اس سے دلالت اسکے حجیت اور حسن اوس
فعل پر ہے جسپر سارے مسلمین مراد اس حدیث کا اتفاق ہو چنانچہ جمعیت المسلمین کے اسکے
مقتضی ہے وقد مر بیانہ فی الرسالۃ پس اس سے حجیت فعل اکید و افراد مسلمین مراد حدیث کا
کہاں لازم آتا ہے - **دلیل ثانی** اثبات مدعا سے قاصر ہے چنانچہ تفصیل اسکی بضمن رسالہ
گذرے اور بعض بیان اسکا جواب میں دلیل ثالث کے آویگا - **دلیل ثالث** میں اقتدا
ارشاد ہے سو اقتدا اسطرح بھی ہو سکتا ہے کہ خصائل نبویہ میں انکا اقتدا کریں اور حدیث
انما الطاعۃ فی المعروف بھی اسیکے مخصص ہے پس جو کوئے مدعی عموم اطاعت کا ہو وہ دلیل
عموم قائم کرے اور ہمارے اوس بیان کا جواب تحریر میں لاوے جو ہمنے رسالہ میں لکھا ہے کہ
منصب تشریع خلفاء کو نہیں اور اسکی مؤید ہے عبارت سبل السلام جو مسک الختام شرح
بلوغ المرام میں منقول ہے آیا حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی تمسکوا
بہا وعضوا علیہا بالنواجذ اخرجہ احمد وابو داؤد وابن ماجۃ والترمذی وصححہ الحاکم
وگفتہ بر شرط شیخین ست ومثل اوست حدیث اقتدوا باللذین من بعدی ابو بکر و عمر اخرجہ الترمذی
وقال حسن واخرجہ احمد وابن ماجۃ وابن حبان و ورا طریقہا ست کہ دروے مقال ست
مگر آنکہ بعض ازو مقوی بعض ست پس نیست مراد بسنت خلفائی راشدین مگر طریقہ ایشان کہ
موافق طریقہ آن حضرت صلعم باشد از جہاد اعداء و تقویت شعائر دین و مانند آن زیراکہ
حدیث عام است مر ہر خلیفہ راشد را خاص نیست بشیخین و معلوم ست از قواعد شریعت کہ ہیچ
خلیفہ راشد را نمی رسد کہ طریقہ غیر طریقہ کہ بر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودند مشروع کند
و این عمر بنفس خود خلیفہ راشد ست مع ہذا تجمیع مذکور را بر تعیین در شب بدعت نام کرد و نگفت کہ
این سنت ست فتامل با آنکہ صحابہ رضی اللہ عنہم خلاف کردہ اند شیخین را در مواضع و مسائل پس
دلالت کرد بر اینکہ حمل نکردند ایشان حدیث را بر حجت بودن قول و فعل او و برپا کے و در شرح الفیہ
کہ در اصول فقہ است تحقیق کلام درین مقام کردہ یعنی برینکہ قول شیخین حجت نیست با آنکہ

گفتہ است کہ حدیث اول دلالت میکند برانکہ چون اتفاق کنند خلفای اربعہ بر قولی آن
قول حجت باشد نہ وقتیکہ یکے ازان منفرد بود و تحقیق اینست کہ اقتدا تقلید نیست بلکہ
غیر اوست کما حققناہ فی شرح نظم الکافل فی بحث الاجماع انتہی اور مسلم الثبوت مین
مباحث اجماع مین مسئلہ منعقد کیا ہے کہ نہین اجماع ساتہہ اتفاق شیخین کے پہر مخالفین کے
طرف سے یہہ دلیل وارد کی ہے اقتدوا باللذین من بعدی اور علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء
الراشدین پہر اسکا جواب دیا ہے کہ اس حدیث مین مقلدین کو خطاب ہے اسلئے کہ مجتہدین
اونکے مخالف رہے چنانچہ مختصر عبارت اوسکی نقل کیجاتی ہے مسئلۃ ولا ینعقد باہل البیت
وحدہم خلافا للشیعۃ لادعائہم العصمۃ ولا بالشیخین عند الاکثر ولا بالخلفاء الاربعۃ
خلافا لاحمد ولبعض الحنفیۃ قالوا اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر وعلیکم بسنتی
الحدیث قلنا خطاب للمقلدین وبیان لاہلیۃ الاتباع لان المجتہدین کانوا یخالفونہم
والمقلدون قد یقلدون غیرہم انتہی اور یہہ عبارت مسلم کی رسالہ مذکورہ مین بہی موجود
ہے اور اسکے خاتمہ پر اوسکے شرح سے یہہ زیادتی بہی منقول ہے ولم ینکر الشیخان
ولا الخلفاء الاربعۃ ولا احد من الصحابۃ علی ذلک یہی جواب ہے باقی سب دلائل متضمنہ
رسالہ مذکورہ کا سواے حدیث اصحابی کالنجوم الخ کے آب رہا جواب اسکا سو یہہ ہے کہ یہہ حدیث موضوع
اور ایک کذاب خبیث کے ڈھل ہے چنانچہ ابن حزم و امام احمد و بزار نے اسکو رد کیا ہے کہا
تقریر الاصول مین بناء علی قول ابن حزم مکذوب موضوع باطل والا فلہ طرق من روایۃ عمر و
ابنہ وجابر وانس بالفاظ مختلفۃ نعم لم یصح منہا شئ ومن ثم قال احمد حدیث لا یصح قال البزار
منکر انتہی اور ابن جوزی نے علل متناہیہ مین کہا ہے روی نعیم بن حماد قال حدثنا
عبد الرحیم بن زید العمی عن ابیہ عن سعید بن المسیب عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سألت ربی فیما یختلف فیہ اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک
عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضہا اضوء من بعض فمن اخذ بشئ مما ہم علیہ من اختلافہم
فہو علی ہدی قال المؤلف ہذا لا یصح نعیم مجروح قال یحیی بن معین عبد الرحیم کذاب انتہی
ایسا ہی تیسیر الوصول شرح منہاج الاصول اور مرقاۃ شرح مشکوۃ مین قول ابن حزم وغ

اسکی موضوع اور رواہے ہونیمین نقل کیا ہے اور طرفہ یہہ ہے کہ رسالہ مذکورہ مین اس قسم کی
خبرصین موجود ہین مثلا نمبرہ مین کہا ہے قال ابو حیان فی تفسیرہ علی ما نقلہ بعضہم قول الزمخشری
قد رضی رسول اللہ صلعم الی قولہ اہتدیتم لم یقل ذلک رسول اللہ صلعم وہو حدیث موضوع
لا یصح بوجہ عن رسول اللہ صلعم قال الحافظ ابو محمد علی بن احمد بن حزم فی رسالتہ فی ابطال
الرای والقیاس والاستحسان انتہی ہذا خبر مکذوب باطل لم یصح قط وذکر اسنادا الی البزار صاحب المسند
قال سألتم عما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم مما فی ایدی العامۃ انہ قال انما مثل اصحابی کمثل
النجوم یا ایہا الناس فقد اہتدوا وہذا کلام لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم رواہ
العمی عن ابیہ عن سعید بن المسیب عن ابن عمر مرفوعا وانما اتی ضعف ہذا الحدیث من قبل عبد الرحیم
لان اہل العلم سکتوا عن الروایۃ لحدیثہ والکلام ایضا منکر لم یثبت والنبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یبیح الاختلاف
بعدہ من اصحابہ ہذا نص کلام البزار قال ابن معین عبد الرحیم بن زید کذاب خبیث لیس بشیء وقال
البخاری ہو متروک ورواہ ایضا حمزۃ ہذا ساقط متروک انتہی کلام ابی حیان اور اگر صاحب رسالہ
کے نزدیک قول ابن حزم وابن جوزی کا اسکے موضوع ہونیمین غیر مسلم ہے تو اسکے ضعیف ہونیکا تو جلال
اقرار ہے چنانچہ ختم کلام پر کہا ہے صفحہ ۔ قلت الحاصل ان ہذا الحدیث قد خرجہ بالفاظ متقاربۃ جمع
من اصحاب کتب الحدیث بطرق کلہا ضعیفۃ وقد اختلف فی کونہ موضوعا انتہی پس تعجب ہے کہ اسکو
ضعیف مانکر کیونکر لائق احتجاج سمجھا۔ اگر اس سے دہوکا کہایا ہے کہ حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے تو جواب
اسکا یہہ ہے کہ حاکم کو تصحیح مین بہت تساہل ہے اور اوسکا فتوی اسبات مین نامقبول چنانچہ امام
ابن الصلاح نے علوم الحدیث مین کہا ہے واعتنی الحاکم ابو عبد اللہ الحافظ فی الزیادۃ علی عدد الصحیح
علی ما فی الصحیحین وجمع ذلک فی کتاب سماہ المستدرک اودعہ ما لیس فی واحد من الصحیحین مما
رواہ علی شرط الشیخین قد اخرجا عن رواتہ فی کتابیہما او علی شرط البخاری وحدہ او علی شرط مسلم وحدہ
وما ادی الیہ اجتہادہ الی الصحۃ وان لم یکن علی شرط واحد منہما وہو واسع الخطو فی شرط الصحیح متساہل
فی القضاء بہ فالاولی ان نتوسط فی امرہ فنقول ما حکم بصحتہ ولم نجد ذلک فیہ لغیرہ من الائمۃ
ان لم یکن من قبیل الصحیح فہو من قبیل الحسن یحتج بہ ویعمل بہ الا ان یظہر فیہ علۃ توجب ضعفہ ویقاربہ
فی حکمہ صحیح ابی حاتم ابن حبان البستی انتہی اور شاہ عبد العزیز نے بستان المحدثین مین کہا ہے

ذہبی گفتہ حلال نیست کسی را کہ بتصحیح حاکم غرہ شود تا وقتیکہ تعقبات وتلخیصات مرا نہ بیند ونیز گفتہ
است احادیث بسیار ست در مستدرک کہ بر شرط صحت نیست بلکہ بعضی احادیث موضوعہ نیز
ہست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ انتہی۔ اور ذہبی سے جرح اس حدیث کا خود رسالہ
مذکورہ کی صفحہ ۲ مین موجود ہے قال الذہبی فی میزان الاعتدال فی ترجمۃ جعفر بن عبد الواحد
الہاشمی بعد ما نقل عن الدارقطنی انہ کان یضع الحدیث وعن ابی زرعۃ انہ روی احادیث لا
اصل لہا وعن ابن عدی یسرق الحدیث ویاتی بالمناکیر عن الثقات ومن بلایاہ عن وہب بن جریر
عن ابیہ عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم من
اقتدی بشیء منہا اہتدی انتہی وقال فی ترجمۃ زید العمی نعیم بن حماد حدثنا عبد الرحیم بن زید
العمی عن ابیہ عن سعید بن المسیب عن عمر مرفوعا سالت ربی فی ما اختلف فیہ اصحابی من بعدی فاوحی
اللہ الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم بعضہم اضوء من بعض فمن اخذ بشیء
مما ہم علیہ من اختلافہم فہو عندی علی ہدی ہذا باطل انتہی ختم ہوئی نقل رسالہ مذکورہ کی۔ پس
تصحیح حاکم کے اسباب مین کیونکر لائق التفات ہے۔ اور اگر صاحب صواعق کے اس کلام سے شبہہ
ہوا ہے کہ رواہ البیہقی باسانید متنوعۃ یرتقی بہا الی درجۃ الحسن فالحدیث حسن تو اسکا جواب یہہ
ہے کہ اس صورت مین بر تقدیر تسلیم کلام صاحب صواعق کے برخلاف جمہور علمای محققین کے یہہ حدیث
حسن لغیرہ ہوئی اور حسن لغیرہ احکام مین حجت نہین ہوتے چنانچہ مویداسکا شرح نخبہ سے ہمارے
رسالہ ہذا مین گذر چکا ہے فلیراجع۔ پس اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہہ حدیث اولا تو موضوع ہے
اور ضعیف ہو تو بہی مستدل کو بہی شک نہین اور جو دلائل ہیچہ رسالہ مذکورہ مین ہین وہ اثبات
مدعای مستدل سے قاصر ہین یہہ بات کسی دلیل سے نہین نکلتی کہ جو قول یا فعل کسی صحابی کا
خلفا سے یا عوام صحابہ سے اونکی رائے سے صادر ہوا اور صاحب شرع سے ماخوذ ومنقول نہو تو
وہ حجت شرعی ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے جس حالتمین کہ تشریع احکام خاص منصب آپکا ہے یا اوس شخص کا
جسکو خدا تعالے نے تشریع وتبلیغ مین معصوم کیا ہو یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پس تجویز
کرنا کسی غیر نبی صلعم کے شریک کرنا اوسکا ہے منصب آپکے مین یا اعتقاد کرنا عصمت کا اوسکے حق مین
جو شعار اہل سنت سے بعید ہے ❖

شیعہ نے کیا قصور کیا ہے کہ وہ بسبب اعتقاد عصمت اہلبیت شیعہ ٹھہرائے گئے یہہ کہنا کہ
جو کچھہ حضرت عمر رضہ نے یا حضرت ابو بکر رضہ نے کیا یا کہا ہے وہ سب نازل من اللہ ہے یا ماخوذ
حضرت رسالت سے کبھی یہہ لوگ از خود نہین کہتے اور نہ اپنے قول و فعل مین خطا کرتے
ہین ادعاء اعتقاد عصمت کا ان حضرات مین نہین تو کیا ہے ؛

حاشیہ صفحہ نمبر ۳۷

اس امر چہارم کے متعلق بعض افاضل کے یہہ کلام نظر سے گذرے کہ مواظبت دو قسم ہے
اول فعلی دوم تشریعی جیسے اذان کہ سنیت کیواسطے کافی دلیل سمجھے گئے ہے اسلئے کہ
اسمین مواظبت فعلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پائی نہین گئی ہے سو ہرچند بیس
رکعت تراویح پر مواظبت فعلی خلفا کے پائی نہین گئی لاکن تشریعی تو متحقق ہے
تمام ہوا کلام بعض افاضل کا پس قطع نظر اس سے کہ سب خلفا سے اسپر مواظبت تشریعی
پائی نہین گئے اور نہ انکا منصب تشریعی از خود ہے ہمکو اس مین یہہ کلام ہے کہ مطلق
تشریع ایک امر کے مستلزم تاکد وسنیت اوس امر کی نہین ہوتی کیا تشریع امر جائز یا مستحب
کے نہین ہوتی پس کیون جائز نہین کہ مواظبت انکے تشریع بیس رکعت پر مفید
اباحت یا استحباب ہو نہ مفید سنیت چنانچہ شامل ہونا انکا بذات خود اس فعل مین
اسکا شاہد ہے کہ یہہ امر انکے نزدیک ایسا مہتم بالشان نہ تہا جسکے ترک پر کچھہ عذاب
یا عتاب ہو جیسا کہ آپکا دعوے ہے پس مواظبت دو قسم اپنی ذہن سے بدون اتباع
اپنی اسلاف کی نکالنا اور دو نو قسم کو سنت نام رکھنا اگر مجرد اصطلاح ہے اور اطلاق
الفاظ مقصود ہے تو کوئی مانع نہین بلکہ مبارک ہے اور اگر معانی سے بحث اور لزوم
و تاکد وسنیت امر مشروع کا مواظبت خلفا سے دعوی ہے تو یہہ مطلق تشریع سے ثابت
نہین ہو سکتا ہے جبتک کہ اسکے ساتہہ اور دلائل کا انضمام نہو۔ اور قیاس اس کا
سنت اذان پر قیاس مع الفارق ہے اذان مین مباشرت ہر فرد مصلی پر لازم و مقصود
و مسنون نہین اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہتمام مباشرت ذات خاص

سے نہین کیا اور نہ خلفاء اور تمام صحابہ کو اسپر مامور کیا بلکہ اداے اس سنت کا تمام قوم مین ایک دو شخص سے تجویز فرمایا اور اسمین اسیقدر کو مسنون ٹھہرایا کہ قوم بہر مین کوئی موذن ہو چنانچہ آپکے چند اشخاص ہی موذن تہے اور دوسرے ایمہ کو بہی یہی ارشاد کیا چنانچہ عثمان بن ابی العاص رض کو حکم کیا اتخذ مؤذنا الخ رواہ ابوداود صفحہ ۷۸ اور ام ورقہ کو موذن مقرر کرنے کا اذن دیا رواہ ابوداود ایضا صفحہ ۸۶ - لہذا اس قسم مسنون کی سنیت کے لئے ایسی تشریع کافی دلیل ہوئی بخلاف بیس رکعت تراویح کے جس مین بزعم تمہارے ہر فرد صایم وقایم پر مباشرت اس فعل کے مسنون ہے اور اداء اسکا اوپر لازم اسکے ثبوت سنیت ولزوم کے لئے اس قسم کی تشریع جسکی دلالت خصوص سنیت پر قطعی نہین کب کافی ہو سکتی ہے یہہ تب متصور تہا جبکہ مشرعین اس فعل کے بذات خود اس فعل مین بہت اہتمام ومبالغہ سے شامل ہوتے اور تارک پر زجر و ملامت کرتے علاوہ برآن فارق یہہ ہے کہ تاکید ولزوم اذان امر صریح شارع سے جو عند الاطلاق مفید وجوب ہوتا ہے ثابت ہے نہ مجرد تشریع وتجویز یہی اسواسطے اسکو سنت موکدہ بلکہ بعضی علماء واجب کہتے ہین بخلاف بیس رکعت کے کہ اسمین سوائے تشریع وتجویز خلفاء کے علی تقدیر التسلیم کچہہ ہے متحقق نہین اور امر انکا مفید وجوب متصور نہین ہے - پس لزوم وتاکد ایسکا تشریع خلفاء سے مثل لزوم وتاکد اذان کے تشریع وامر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکر مسلم ہو سکتا ہے - الحاصل مواظبت تشریعی خلفاء کے اگرچہ بسبب اصطلاح مصطلح مثبت اطلاق لفظ سنت بیس رکعت

تراویح پر ہو سکتی ہے ولاکن لزوم وتاکد وسنیت ملزوم ثواب

بصورت فعل وعقاب بحالت ترک اس سے ثابت نہین

ہو سکتا ہے ولیس نزاعنا فی الالفاظ *

واللہ اعلم بالصواب

تمت

تقریظ مولوی محمد علی صاحب حمید پوری تلمیذ مولوی غلام رسول مرحوم مصنف مضمون کی جو اس رسالہ کی خطبہ مین لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی والسلام علی عبادہ الذین اصطفی بعد اسکے عرض کرتا ہے فقیر محمد علی شاگرد حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب مرحوم ساکن قلعہ میہان سنگہ رسالہ تراویح کہ بنام نہاد حضرت کے چھپا ہے اول سی آخر تک دیکھا اور اوسکو حق اور واقع کے خلاف پایا لہذا بنظر اظہار حق گذارش کرتا ہے واضح ہو کہ یہہ فقیر دس برس مولانا مرحوم کے خدمت مین رہا اور جو کچھہ پڑہا انہین سے پڑہا جیسا کہ افعال و اقوال مولانا مرحوم سے یہہ فقیر واقف ہے شاید کوئی ہوا اور اس حقیر پر مولانا حد سے زیادہ شفیق تھے اور جہان کہین تشریف لیجاتے اس حقیر کو ضرور ہمراہ لیجاتے یہہ عاجز یقین رکہتا ہے کہ رسالہ تراویح ہرگز تصنیف مولانا مرحوم کا نہین کیونکہ مولانا مرحوم آٹہہ رکعت پڑہنے والون کو بسبب اتباع نبوی کے بہت دوست رکہتے تھے خصوصا ۱۲۸۳ ہجری مقدس مین موضع حمید پور مین جبکہ اس حقیر نے آٹہہ رکعت پڑہنی شروع کیں تو بہت لوگون نے مولانا مرحوم سی اسکا تذکرہ کیا تو ہر ایک کو مولانا مرحوم نے یہی جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی تو آٹہہ رکعت ہے ثابت ہی گو اکثر فقہا اور محدثین بیس رکعت کو بہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سی مروج بتلاتے ہین سو میرے نزدیک سنت کیدہ تو آٹہہ ہی رکعت ہے باقی مستحب ہے اور ان دنون مین ایک مختار نامہ اپنا بہی میرے نام لکہا عبارت اسکی یہہ ہے۔ برخوردار محمد علی را واضح باد مطالعہ احیاء العلوم و کیمیاء سعادت ضرور دارند و شنیدہ میشود کہ ہشت رکعت تراویح شروع نمودہ اند خوب کردہ اند لیکن می باید کہ لحاظ سنت دارند و قرأت طویل باید خواند کہ ہمینطور ثابت است اگر بسیار شور و فساد برپا شود پس در خواندن بیست رکعت گناہے نیست۔ السلام علیکم۔ راقم فقیر غلام رسول۔ بعد اسکے جب یہہ حقیر مولانا مرحوم کے خدمت مین حاضر ہوا انہوں نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم مین سے بہی یہہ شخص سنت کو جاری کرنیوالا ہوا ہے۔ اور ایک دلیل

بہتان ہوئے پر اس رسالہ کے یہہ ہے کہ انہوں نے ان الفاظ شنیع سے جو اس رسالہ
مین مندرج ہین کبھی کسیکو خطاب نہین کیا پس کب مقدور ہے کہ بخطاب مولوی محمد حسین
صاحب یہہ الفاظ کہی ہون اکثر لوگون کو معلوم ہے کہ مولانا مرحوم مولوی محمد حسین صاحب
کو بہت دوست رکھتے تھے اور ہر ایک کو فرماتے کہ جیسا مین نے مولوی محمد حسین صاحب کو
علم حدیث مین اور دوسرے علمون مین ماہر دیکھا ایسا کوئی کم ہوگا اور جب کبھی لاہور
مین رونق افزا ہوتے اور جمعہ کے دن مولوی محمد حسین صاحب انکو وعظ فرمانے کیواسطے
ارشاد فرماتے تو اسکے جواب مین کہتے کہ ہمکو تمہارے سامنے وعظ کرنیسے لحاظ آتا ہے
اور مین دیکھتا تھا کہ بہت حدیثون کے مسایل مولوی محمد حسین صاحب سے تحقیق کرتے
اور بہت لوگون کو فرماتے اور تاکید کرتے کہ لایق فتوی پوچھنے کے جیسے کہ مولوی
محمد حسین صاحب ہین ایسا اسملک مین کوئی نہین اور ایک دلیل اسکے بہتان ہونیکی
یہہ ہے کہ یہہ رسالہ مولانا مرحوم کے حیات مین ظاہر ہوا اگر آنکی تصنیف ہوتی تو انکی
زندگی مین کیون پوشیدہ رہتا خصوصاً مجھ جیسے کثیر الصحبت شدید الملازمت پر غرض کہ یہہ
رسالہ تصنیف علاء الدین یا ضیاء الدین وغیرہ کا ہے جو عمل بالحدیث سے نفرت رکھتے
ہین اور عاملین سنت کو برا کہتے ہین شاید یقین سنت اسکی طرف التفات نکرین اور
رسالہ مصابیح لاسرار التراویح جو اسکے جواب مین ہے دستور العمل بنا دین *

العبد
فقیر محمد علی حمید پوری عفی عنہ از ضلع سیالکوٹ

رسالہ

تذییل وتنبیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِس رسالہ مین جوابات اور عذرات مخاطبین کے تو ہو چکے مگر جواب ایک عذر کا جو معارضہ ہر ایک سنت کے وہ پیش کرتے ہین باقی رہا سو بطور مختصر تحریر مین آتا ہے **عذر** اونکا یہہ ہی کہ ہمنے مانا کہ حدیث سی سنت ہونا گیارہ ہی رکعت کا ثابت ہوتا ہے لیکن چونکہ ہمارے مذہب کے یہہ خلاف اور اوسپر عمل کرنیسے خروج مذہب سی لازم آتا ہے اسلئے ہم عمل وقبول کرنے اِس حدیث سی معذور ہین **جواب** اِسکے دو ہین - اوّل یہہ کہ التزام مذہب معیّن شرعًا کچھ چیز نہین اور وجوب اسکا کسی دلیل سے ثابت نہین اور نہ کسی امام یا عالم محقق کے قول سی پس ایسی چیز غیر لازم کے ترک ہونے سی کیا ہرج اور کیا اندیشہ ہے **جواب** دوم - اگر فرض بھی کرین کہ مذہب کی تعیین ضروریات سے ہے تو حدیث صحیح پر عمل کرنیسے اوسکا ترک ہونا لازم نہین آتا اسلئے کہ تمام اماموں سے مروی ہے کہ جو حدیث صحیح ہے وہ ہمارا مذہب ہی جیسیکہ امام شعرانی نے میزان کبری مین نقل کیا ہے پس عمل کرنا حدیث صحیح عین اتباع والتزام مذہب ہوا نہ ترک وخروج از مذہب - اسی نظر سے شامی نے رد المحتار کی صفحہ ۱۴۴ مین کہا ہے اذا صح الحدیث علی خلاف المذہب عمل بالحدیث ویکون ذلک مذہبہ لا یخرج مقلدہ عن کونہ حنفیًا انتہی یعنی جب (اپنے) مذہب کے خلاف صحیح حدیث ہاتھہ لگے تو اوس حدیث ہی پر عمل کیا جاوے اور یہہ اسکا مذہب بنجائیگا اور کوئی (عمل بالحدیث سے) اپنے حنفی ہین سے باہر نہ آئیگا اور تفصیل اِس مضمون کی بہت سی رسائل مین مثل عقد الجید وانصاف وقول سدید و دراسات اللبیب ومعیار الحق ومنح الباری وغیرہا کے موجود ہے ناظرین اِن کتابون مین دیکھین رہا اثبات جواب اول کہ التزام مذہب معین کسی دلیل سے ثابت نہین اور نہ کسی امام سے اوسکی تاکید مروی ہے سو اس مقام مین قدرے تفصیل اسکے عمل مین آتی ہے **فتاوی عالمگیری** مین

منقول ہے وفی نوادر داود بن رشید عن محمد رح فی رجل لیس بفقیہ ابتلی بنازلۃ فی المرءۃ نسال
عنہا فقیہا فافتاہ بامر من تحریم او تحلیل فعزم علیہ وامضاہ ثم افتاہ ذلک الفقیہ او غیرہ من الفقہاء
فی امراۃ اخری لہ فی عین تلک النازلۃ بخلافہ فی ذلک فاخذ بہ وعزم علیہ وسعہ الامران جمیعا
ولو کان ہذا الرجل سأل بعض الفقہاء عن نازلۃ فافتاہ بحلال او حرام فلم یعزم علی ذلک فی
زوجتہ وترک فتوی الاول وسعہ ذلک ولو کان مضی قول الاول فی زوجتہ وعزم علیہ فیما
بینہ وبین امرأتہ ثم افتاہ فقیہ آخر بخلافہ فی ذلک لا یسعہ ان یدع ما عزم علیہ ویاخذ بفتوی
الآخر قال محمد وہذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رح وقولنا انتہی **ترجمہ** داود بن رشید کی (کتاب)
نوادر مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ جو شخص کہ بی علم ہو کسی مسئلہ مین (اپنی) بیوی (کے باب)
مین مبتلا ہو پہر اوس (مسئلہ) کو کسی عالم سے پوچھے اور وہ اوسکو (اوسکی بیوی کے اوپر)
حلال یا حرام ہونیکا فتوی دی اور یہہ اوس (کے فتوی) پر (عمل کرنیکے) نیت کرکے اوسکو جاری
کردے۔ پہر اُسے (وہی عالم علماء مین سے کوئی اور اوسکے اور بیوی کے عین اوسے
قسم کے) مسئلہ مین اوس سے) خلاف فتوی دے اور یہہ اس فتوی کو
لیلے اور اوسکو جاری کرنیکا ارادہ کرے تو اوسکو دونو فتوون کے قبول کرنیکی گنجایش ہے
اور اگر یہہ صورت ہو کہ) یہہ شخص کسی واردات کی بابت بعض علماسی پوچہہ چکا تہا اور وہ اوسی حلال یا
حرام ہونیکا فتوی دے چکا تہا۔ اور اوسنے ابہی تک اوسپہ جاری نکیا تہا تو (اس صورت مین بہی) اوسے
فراخی اور گنجایش ہے۔ اور اگر پہلے عالم کا فتوی اپنی بیوی پر جاری کرچکا تہا اور اوسکے بموجب بیوی
کو یکی طرح اپنی پر حرام کرلیا تہا پہر اوسی کسی اور عالم نے اسکے خلاف فتوی دیا تو اس صورت مین اوسے
اپنے جاری کئے ہوئی فتوی کو چہوڑنے اور دوسرے عالم کا فتوی قبول کرنے کی گنجایش نہین امام محمد رح
کہتا ہی کہ یہہ سب ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کا قول اور ہمارا (بہی) قول ہے امام طحاوی سے جو اکابر
حنفیون اور تیسرے صدی کے بڑے آدمیون مین سے ہی فرماتا ہے او کل ما قال بہ ابو حنیفۃ اقول بہ فعل
یقلد الا عصبی وغبی نقلہ ابن حجر فی لسان المیزان ثم قال فطارت ہذہ الکلمۃ بمصر حتی صار مثلا

انتہی علی ما نقلہ العلامۃ محمد حیوۃ فی الایقاف فی بیان سبب الاختلاف۔ **ترجمہ** کیا جو جو کچھ ابو حنیفہ نے
کہا ہے یہی وہی کہونگا اور کیا کند ذہن اور متعصب والے کے سوا کوئی اور بہی تقلید کرتا ہے۔ اس
قصہ کو حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں نقل کیا ہے پہر ابن حجر نے کہا ہے کہ یہہ بات (امام طحاوی کے منہ سے
نکل گئی (اور) یہانتک (مشہور ہوئی) کہ مثل اور کہاوت بنگئی یہہ سارا کلام علامہ محمد حیات نے ایقاف فی بیان
الاختلاف میں نقل کیے ہیں پہر ابن الغرس نے تنبیہات علی مشکلات الہدایۃ میں فرمایا ہے من تعصب لواحد معین
غیر الرسول علیہ السلام ویری ان قولہ ھو الصواب الذی یجب اتباعہ دون غیرہ فھو ضال جاھل بل کافر یستتاب
فان تاب والا قتل لجعلہ بمنزلۃ النبی المعصوم۔ ہذا کلامہ **ترجمہ** جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور خاص
ایک ہی کے مذہب پر اڑا رہے اور یہہ جانے کہ اوسیکی بات صحیح واجب الاتباع ہے اور کسیکی نہیں تو وہ گمراہ
اور جاہل ہے بلکہ کافر ہے کیونکہ اوسنے اپنے امام کو بمنزلہ نبی علیہ السلام کے ٹہرالیا ہے اوس سے توبہ کروانی چاہئے
اب اگر توبہ کرلے تو بہتر ہے ورنہ قتل کیا جاوے اس قول کو علامہ ہارون مرجانی حنفی نے ناظورۃ الحق فی
فرضیۃ العشاء وان لم یغب الشفق میں اور علامہ معین الدین نے دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب
میں ذکر کیا ہے **شیخ ابن الہمام** جو فقہ و اصول میں حنفیوں کا رئیس ہے فتح القدیر میں فرماتے ہیں
لا دلیل علی وجوب اتباع المجتہد المعین بالتزامہ نفسہ ذلک قولا او فعلا بل الدلیل اقتضی العمل بقول
مجتہد فیما احتاج الیہ بقولہ تعالی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون والسؤال انما یتحقق عند الحادثۃ
المعینۃ وحینئذ اذا ثبت عندہ قول المجتہد وجب العمل بہ والغالب ان مثل ھذہ یعنی منع الانتقال
الزامات منہم لکف الناس عن تتبع الرخص اخذ العامی فی کل مسئلۃ بقول مجتہد اخف علیہ انا لا
ادری ما یمنع من ھذا من النقل والعقل فکون الانسان یتتبع ما ھو اخف علی نفسہ من قول مجتہد مسوغ لہ
الاجتہاد ما علمت من الشرع ذمہ علیہ وکان صلی اللہ علیہ وسلم یحب ما خفف علی امتہ انتہی **ترجمہ** یعنی آپ پر
خاص ایک معین مجتہد کے قول و فعل کو لازم پکڑنے سے اوسکی تقلید واجب ہونے پر کوئی بہی تو دلیل نہیں
بلکہ دلیل کا مقتضی تو یہہ ہے کہ خواہ کوئی سا مجتہد ہو اوسکی قول پر جس مسئلہ میں حاجت پڑے عمل کیا جاوے
کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ اگر تمہیں علم نہو تو اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔ اور پوچھا جبہی جاتا ہے

[illegible]

جبکہ کوئی حادثہ درپیش ہو اور جب وہ آپڑا تو اوسوقت اگر مجتہد کا قول اسکے پاس ہو اوسپر عمل واجب
ہوگا اور میرا ظن غالب یہہ ہے کہ اس قسم کی باتین یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب مین چلے جانا فقہا کے
طرف سے لوگون کو آسان باتین تلاش کرنے اور عامی کے ہر مسئلہ مین کسی مجتہد کے سہل بات پکڑنے سے
روکنے کے لئے الزامات ہین اور مین نہین جانتا کہ کونسی نقلی یا عقلی دلیل اس سے منع کرتی ہے
اسلئے کہ انسان کے اپنی اوپر کسی مجتہد کے ایسے ہلکی (اور آسان) بات جسمین مجتہد کا اجتہاد جائز ہو تلاش کرنے
مین کوئی قباحت مجھکو شرع سے کوئی معلوم نہین ہوئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہہ پیارا
خیال تہا کہ) اپنی امت پر تخفیف اور آسانی پسند فرمایا کرتے تہے ابن ملا فروغ مکی حنفی نے قول
سدید مین کہا ہے اعلم انہ لم یکلف اللہ تعالی احدا من عبادہ بان یکون حنفیا او مالکیا او شافعیا او حنبلیا
بل اوجب علیہم الایمان بما بعث بہ سیدنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم انتہی ترجمہ جاننا چاہئے کہ بات یہہ ہے کہ
اللہ تعالی نے اپنے بندون مین سے کسیکو اس امر کی تکلیف نہین دی کہ وہ حنفی بنے یا مالکی یا شافعی یا حنبلی
بلکہ اونپر اوسی بات پر ایمان لانا واجب کیا ہے جسکے لئے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا
سید بادشاہ شرح تحریر ابن الہمام مین تحریر فرماتا ہے افتی الشیخ المتفق علی علمہ وصلاحہ العلامۃ
عز الدین بن عبد السلام فی فتاواہ لا یتعین علی العامی اذا قلد اماما فی مسئلۃ ان یقلدہ فی سائر مسائل
الخلاف لان الناس من لدن الصحابۃ الی ان ظہرت المذاہب یتساءلون فیما یسنح لہم العلماء المختلفین من
غیر نکیر انتہی ترجمہ شیخ علامہ عز الدین بن عبد السلام نے جسکے علم وصلاح پر اتفاق ہو چکا ہے اپنے فتاوے
مین یون فتوی دیا ہے کہ عامی پر جبکہ وہ کسی مسئلہ مین کسی امام کے تقلید کر بیٹھے یہہ کوئی مقرر نہین کہ وہ
اور مسئلون مین بہی جنمین اور امام خلاف پر ہون اوسکے تقلید کرے کیونکہ لوگ صحابہ کے وقت سے لیکر مذہبونکے
نکلنے تک ایسے امور مین جو اونکے لئے جائز ہون طرح طرح کے علما سے بلا کھٹکے پوچھتے رہے ہین ۔ ایسا ہی
اس کلام کو اس امت کی حکمت دان شاہ ولی اللہ دہلوی عمری نے نقل کیا ہے چنانچہ اونکی یہہ عبارت ہے
وقال یعنی الشیخ ابن عبد السلام لم یزل الناس یسئلون من اتفق من العلماء من غیر تقلید بمذہب ولا انکار
علی احد من السائلین الی ان ظہرت المذاہب ومتعصبوہا من المقلدین انتہی ترجمہ اور کہا یعنی شیخ عبد السلام نے

بلکہ صحیح بخاری مین ہے ... صلی اللہ ... سے ... علیہ وسلم ... مسئلہ ... سی حدیث ...

ظاہر ہونے
تک بلا روک ٹوک

کہ ہمیشہ سے (چاروں) مذہبوں اور اونکے مقلد متعصب لوگوں کے نکلنے تک (عام) لوگ جس کسی عالم
سے اتفاق پڑا مسئلہ پوچھ لیتے تھے نہ کسی مذہب کی قید تھی اور نہ کوئی اس قسم کے مسئلہ پوچھنے والے کو
برا کہتا تھا ملا حسن شرنبلالی حنفی نے عدم وجوب التزام مذہب معین میں ایک رسالہ مستقل تصنیف کیا ہے جسکا نام عقد الفرید
ہے جسمیں بڑی تفصیل سے التزام مذہب کی نفی کرکے اخیر میں فرماتے ہیں فتحصل مما ذکرنا انہ لیس علی الانسان التزام
مذہب معین وانہ یجوز لہ العمل بما یخالف ما عملہ علی مذہبہ مقلداً فیہ غیر امامہ مستجمعاً
شروطہ ویعمل بامرین متضادین فی حادثتین لاتعلق لواحدۃ منہما بالاخری ترجمہ پس حاصل ہوا پچھلی مذکورہ سے
کہ لازم نہیں انسان پر التزام مذہب معین کا اور جائز ہے اسکو عمل کرنا بخلاف اسکے جو پہلے اپنے مذہب کے موافق کیا تھا تقلید کرکے دوسرے امام کی۔ شیخ اکبر ملقب بکبریت
احمر خاتمہ فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں۔ الذی اوصیک بہ ان کنت عالماً فحرام علیک ان تعمل بخلاف
ما اعطاک اللہ تعالیٰ ولیلک ویحرم علیک تقلید غیرک مع تمکنک من حصول الدلیل فان لم تکن فی
ھذہ الدرجۃ وکنت مقلداً فایاک ان تلتزم مذھباً بعینہ بل اعمل کما امرک اللہ تعالیٰ وھو ان تسال
اھل الذکر ان کنت لا تعلم واھل الذکر ھم العلماء بالکتاب والسنۃ فاطلب فی الحرج فی نازلتک
ما استطعت واسال عن الرخصۃ فی ذالک حتی تجدھا فان اللہ تعالیٰ یقول ما جعل علیکم فی الدین من
حرج فان قال لک المفتی ھذا حکم اللہ تعالیٰ او حکم رسولہ فی مسئلتک فخذ بہ وان قال لک ھذا رائی
فلو تاخذ بہ وسل غیرہ انتھی ترجمہ جس بات کے مین تجھکو وصیت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر
تو عالم ہو تو تجھکو جو اللہ تعالیٰ نے دلیل دی ہے اوسکے برخلاف عمل کرنا حرام ہے اور جب تجھے دلیل
حاصل ہو سکتی ہے تو پہر تجھے اپنی ذات کی سوا کسی اور کی تقلید حرام ہے اور اگر تو اس درجہ
نہیں بلکہ مقلد ہے تو دیکھنا کہیں ایک ہی مذہب کو خاص کر لازم پکڑ لینا بلکہ جیسے تجھے اللہ تعالیٰ
نے حکم فرمایا ہے ویسے ہی عمل کیجیو اور وہ یوں ہے کہ تو اگر خود عالم نہو تو اہل ذکر سے پوچھیو اور
اہل ذکر وہ لوگ ہیں جو قرآن و حدیث سے واقف ہیں اور خوب جانتے ہیں سو جب اہل ذکر سے مسئلہ پوچھنے لگے تو
جہانتک ہو سکے اپنی واردات میں ایسی سہولیت ڈہونڈہ ہیو جس سے تکلیف اور تنگی
جاتی رہے اور اوس امر میں اوسکے جائز ہونیکا سوال کرتے رہیو یہانتک کہ تو اوسی کو پاوے

۱ یعنی عمل کرنا دو کاموں پر اور عمل کرے دو فعلوں مختلفہ پر ان دونوں فعلوں میں سے ایک کو دوسرے سے تعلق نہو

اور یہہ یاد رکہنا کہ) اگر تجہو مفتی یہہ کہے تیرے مسئلہ مین یہہ اللہ تعالے یا اوسکے رسول کا حکم ہے تو تو
وہ جواب لے لینا اور اگر یون کہے کہ یہہ میری رائے مین ایسا آتا ہے تو مت لیجو کسی اور سے پوچہیو
امام رافعی جو بڑے جلیل القدر شافعیون مین سے ہین فرماتے ہین لا واجب الا ما اوجبہ اللہ تعالی
و رسولہ صلعم ولم یوجب اللہ تعالی و رسولہ علی احد من الناس ان یتمذہب برجل من الائمۃ فیقلدہ فی دینہ
کل ما یاتی ویذر دون غیرہ علی ان ابن حزم قال اجمعوا انہ لا یحل لحاکم ولا مفت تقلید رجل فلا یحکم
ولا یفتی الا بقولہ انتہی ترجمہ واجب وہی ہے جسکو اللہ تعالی اور اوسکے رسول نے واجب کیا ہے
اور اللہ تعالی اور اوسکے رسول نے کسی آدمی پر یہہ واجب نہین کیا کہ وہ اماموں مین سے کسی
شخص کے مذہب کو اپنا مذہب بناکر اپنے دین مین اوسکے ہر بات کی تقلید کرے اور اوروں کی بات کو
رد کرتا رہے اور شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ علمانے اجماع کیا ہے کہ کسی حاکم اور مفتی کو کسی ایک شخص کے
تقلید کر کے اوسکی قول بموجب حکم اور فتوی دینا حلال نہین اس قول کو بہی ناظورۃ الحق مین
ذکر کیا ہے شیخ ابن حاجب مالکی نے اپنی شرح مین فرمایا ہے - ان العوام فی السلف کانوا
یستفتون الفقہاء من غیر رجوع الی معین من غیر نکیر فحل الاجماع علی الجواز انتہی علی ما نقلہ الشیخ
ولی اللہ الحکیم الدہلوی فی عقد الجید - ترجمہ یقینًا عام لوگ سلف مین علما سے بے روک مسئلہ پوچہا
کرتے تہے یہہ نہین کہ خاص ایک ہی سے پوچہین اور بجز اوسکے کسیکی طرف رجوع ہی نکرین اسلئے علی التعیین
کسی سے مسئلہ پوچہہ لینے کی جائز ہونے پر یہہ اجماع ہوا - علامہ امیر ابن الحاج حنفی نے شرح تحریر مین
فرمایا ہے وقد انطوت القرون الفاضلۃ علی عدم القول بذلک بل لا یصح للعامی مذہب ولو تمذہب
لعدم تاملہ ولیس لہ نظر وبصیرۃ بالمذہب علی حسنہ ولا یعرف فتاوی امامہ واقوالہ ودعواہ انہ حنفی
او شافعی کقولہ انا فقیہ او نحوی وکیف یصح لہ الانتساب الا بالدعوی المجردۃ من الحجۃ والقول الفارغ
من المعنی من کل وجہ انتہی ترجمہ بہتر زمانون کے لوگ اس بات کے قائل نہونے پر لیٹے (اور جمے)
رہے ہین بلکہ (کہتے ہین کہ) عامی کا کوئی مذہب نہین اگرچہ وہ کسیکے مذہب کو اپنا مذہب ٹہرائے
کیونکہ اوسے تو کچہہ سمجہہ ہے نہین نہ اوسے (کتابون مین) نظر اور مذہب کے اچہے مسائل کے

خبر ہے یہہ بہی نہین کہ اپنے امام کے فتوون اور اوسکے باتون کو پہچانتا ہو اور اوسکا یہہ دعوے
کرنا کہ مین حنفی ہون شافعی ایسا ہے جیسا کہ کہے کہ مین فقیہ یا نحوی ہون اور آگے یون اپنی کسی مذہب
کے طرف منسوب ہونا جائز بہی کب ہے البتہ دعوی بلا دلیل اور قول بمعنی من کل وجہ تو ہو سکتا
ہے - اس قول کو کتاب مذکور نظورۃ الحق مین ذکر کیا ہے **مولانا** شاہ ولی اللہ عقد الجید مین امام
غزالی سے مذہب کا خلاف جائز ہونا نقل کرکے فرماتے ہین وهو قول ضعيف عند الجمهور لان بناءه على
ان الانسان يجب عليه ان يأخذ بالدليل فاذا فات ذلك بجهله بالدلائل اقمنا اعتقاد افضلية الامام
مقام الدليل فلا يجوز له ان يخالف الدليل الشرعي ورد بان اعتقاد افضلية الامام على سائر الائمة
مطلقا غير لازم في صحة التقليد اجماعا لان الصحابة والتابعين كانوا يعتقدون ان خير هذه الامة
ابو بكر وعمر رضي الله عنهما وكانوا يقلدون في كثير من المسائل غيرهما بخلاف قولهما ولم ينكر
على ذلك احد فكان اجماعا على ما قلناه واما افضلية قوله في هذه المسئلة فلا سبيل الى معرفتها للمقلد الصرف
فلا يجوز ان يكون شرطا في التقليد اذ يلزم ان لا يصح تقليد جمهور المقلدين ولو سلم ففي مسئلتنا هذه هذا
لانه متى اطلع على حديث يخالف مذهب امامه وفيا سالما قويا يخالف مذهبه فيعتقد الافضلية في
تلك المسئلة لغيره وذهب الاكثرون الى جوازه منهم الآمدي وابن الحاجب وابن الهمام والنووي واتباعهم
كابن حجر والرملي وجماعة من الحنابلة والمالكية ممن يفضي ذكر اسمائهم الى التطويل وهو الذي انعقد عليه
الاتفاق من مفتي المذاهب الاربعة من المتاخرين واستخرجوه من كلام اوائلهم انتهى ترجمہ اور یہہ جمہور کے
نزدیک ضعیف قول ہے کیونکہ اسکی بنا اس بات پر ہے کہ انسان پر دلیل کا پکڑنا واجب ہے اور جب
اسکے حاصل ہونیکے سبب وہ ہاتھ نہ آئے تو ہمنے امام کے افضلیت کا اعتقاد دلیل کے قائمقام ٹہرا دیا
جیسا کہ پس واسطے دلیل شرعی کا خلاف جائز ہوگا - اور یہہ بات رد امام غزالی کے دلیل وجوب تقلید
معین کی بنا ہے) یون رد ہوئی کہ بالاجماع اور ائمہ پر امام کے افضلیت کا اعتقاد مطلقا تو تقلید
جائز ہونے کیلئے واجب نہین اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین بالیقین یہہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اس
امت مین سے سب سے بہتر ابوبکر رض ہین پہر عمر رض اور تقلید بہت سے مسئلو نہین اونکے سوا اونکی قول کے

برخلاف اوروںکی بہی کرلیتی تہے اور اسپر انکار نہین کیا – سو جو کچہہ ہم نے کہا ہی اوسپر یہہ اجماع ہوا
رہی اوسکے (یعنی امام کے) قول کے افضلیت سو یہی مقلد کو اوسکی اس خاص مسئلہ مین جاننے کی کوئی
سبیل نہین – اسلئے یہہ تقلید کے لئے شرط ہی نہین ہوسکتی کیونکہ یون تو تمہین یہہ دقت پڑیگی کہ
عام مقلد لوگونکی تقلید جائز ہی نہو – سو ہم اگر ابہی اس مسئلہ مین یہہ تسلیم ہی کرلین تو یہہ تمہین بہی کوئی
مشکل پڑیگی کیونکہ اوسی لسبا اوقات ایسی حدیث یا جزئی کلی قیاس سے اطلاع ہوجایگی جو اوسکے
امام کے مذہب کے خلاف ہونگی اب وہ اس مسئلہ مین اپنے امام کے غیر کی افضلیت کا معتقد بن بیٹہیگا – اور (یہہ
خیال رہے کہ) اسکے یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب جانیکی جواز کی طرف اکثر علماء گئے ہین اونہین مین
سے ہی آمدی اور ابن حاجب اور ابن ہمام اور نووی اور اوسکے پیرو مثل ابن حجر اور رملی کے
اور حنبلیون اور مالکیون مین سے اسقدر جماعتین جنکے نام لینے سے کلام بڑی لمبی ہوتی ہے
اور یہہ ایسی بات ہے کہ جسپر متاخرین مین سے چارون مذہب کے مفتیون کا اتفاق انعقاد ہوچکا
ہے اور اونہون نے اوسکو متقدمین کے کلام سے نکالا ہی – ایضاً شاہ صاحب موصوف عقد الجید
مین فرماتے ہین نقل الشیخ عبد الوهاب الشعرانی عن جماعة عظیمة من علماء المذاهب انهم كانوا
یعملون ویفتون بالمذاهب من غیر التزام مذهب معین من اصحاب المذاهب لزمانه
علی وجه یقتضی کلامه ان ذلك لم یزل العلماء قدیما وحدیثا حتی صار بمنزلة المتفق علیه فصار
سبیل المؤمنین الذی لا یصح خلافه انتهی ترجمہ شیخ عبد الوهاب شعرانی نے علماء مذاہب کے
بڑی بہاری جماعت سے ایسے ڈہنگ سے یون نقل کیا ہے کہ لوگ مذہب والونکے زمانہ سے لیکر
اوسکے زمانہ تک مذہبونکے بموجب بے التزام کسی خاص مذہب کے عمل کرتے اور فتوی دیتے رہے
ہین جس سے اوسکی کلام کا یہہ مقتضا نکلتا ہے کہ یہہ امر ایسا ہے جیسے پرانے اور نئے علماء مانتے
چلے آئے ہین یہانتک کہ یہہ بمنزلہ متفق علیہ کے ہوگیا اور مومنین کے لئے ایسا راستہ بنا جسکا
خلاف جائز ہی نہین اور اصل کلام امام شعرانی کا میزان کبری مین صفحہ ۴۳ وغیرہ مطالعہ
کرنا چاہیے علامہ عابد سندہی نے طوالع الانوار حاشیہ درمختار مین فرمایا ہے وجوب تقلید

تقلید مجتہد معین لا حجۃ علیہ لا من الشریعۃ ولا من جہۃ العقل کما ذکرہ الشیخ ابن الہمام من الحنفیۃ
فی فتح القدیر وفی کتابہ المسمی بتحریر الاصول وبعدہ وجیہ صرح الشیخ ابن عبد السلام فی مختصر
منتہی الاصول من المالکیۃ والمحقق عضد الدین من الشافعیۃ وذکر ابن امیر الحاج فی التحبیر
شرح التحریر ان القرون الماضیۃ اجمعوا علی انہ لا یحل لحاکم ولا مفت تقلید رجل واحد بحیث لا یحکم
ولا یفتی فی شئ من الاحکام الا بقولہ انتہی ترجمہ اور مجتہد معین کے تقلید واجب ہونے پر کوئی بھی
دلیل نہیں ہے نہ شریعت کی رو سے نہ عقل کے جہت سے چنانچہ حنفیہ میں سے ابن ہمام نے فتح القدیر
شرح ہدایہ میں اور اپنی کتاب میں جسکا نام تحریر الاصول ہے ذکر کیا ہے اور مالکیہ میں سے شیخ
ابن عبد السلام نے مختصر منتہی الاصول میں اور شافعیہ میں سے محقق عضد الدین نے بھی اسکے واجب
نہونیکی خوب ہی تصریح کی ہے اور ابن امیر الحاج نے تحبیر شرح تحریر میں ذکر کیا ہے کہ سلف
اسپر اجماع کر چکے ہیں کہ کسی حاکم یا مفتی کو ایک ہی شخص کے تقلید اسطرح کہ کسی مسئلہ میں بھی اوسکے
قول کے سوا اور کسیکے قول پر نہ وہ حکم اور نہ یہہ فتوی دے حلال نہیں قاضی ثناء اللہ صاحب
پانی پتی نقشبندی اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں واما اذا لم یکن اہلا ففرضہ ما قال اللہ تعالی
فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون واذا جاز اعتماد المستفتی علی ما یکتب لہ المفتی من کلامہ او کلام
شیخہ وان علا فلان یجوز اعتماد الرجل علی ما کتب الثقات من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اولی بالجواز واذا قدر انہ لم یفہم الحدیث فکما لم یفہم فتوی المفتی فسأل من یعرف معناہ فکذلک
الحدیث وان کان الرجل متبعا لابی حنیفۃ او مالک او الشافعی او احمد رضی اللہ تعالی عنہم وراٰی فی بعض
المسائل ان مذہب غیرہ اقوی منہ فاتبعہ کان قد احسن فی ذلک ولم یقدح ذلک فی دینہ ولا فی عدالتہ
بلا نزاع بل ہذا اولی بالحق واحب الی اللہ تعالی ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یتعصب لواحد معین
غیر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ویری ان قولہ ہو الصواب الذی یجب اتباعہ دون الائمۃ الآخرین
فہو ضال جاہل غایۃ ما یقال انہ یسوغ او یجب علی العامی ان یقلد واحدا من الائمۃ من غیر
تعیین زید او عمرو انتہی ترجمہ اگر اہل علم نہو تو اوسکا فرض وہ ہے جو اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ اگر

تم آپ نہ جانو تو اہل ذکر سے پوچھو۔ اور جبکہ مفتی ہی کی لکھی ہوئی کلام یا اوسکے
اوستاد یا اوستاد کے اُستاد یا اسیطور سے اوپر کے اوستاد کی کلام کو فتوے
پوچھنے والے کا مان لینا جائز ہے تو ویسے اون احادیث رسول اللہ صلعم کا ماننا جو
بڑے معتبر علمائے لکھے ہین بطریق اولے روا ہوگا۔ اور اگر بالفرض وہ حدیث کو
سمجھا نہین تو جیسے کہ مفتی کے فتوے کو نہ سمجھکر کسی جانکار شخص سے اوسکے معنے پوچھ لیتے
تھے ویسے ہی حدیث کا مطلب کسی عالم سے پوچھ لے۔ اور اگر وہ شخص ابو حنیفہ یا مالک
یا شافعی یا احمد رضی اللہ عنہم کا متبع ہو اور بعض مسائل مین کسی اور کا مذہب اوس سے
اچھا سمجھکر اوسکا متبع ہو جاوے تو بڑا اچھا کام کیا اور بلانزاع اس سے نہ تو اوسکے
دین مین اور نہ اوسکے (تقوا اور) معتبر ہونے مین کوئی رخنہ پڑا بلکہ حق یہی ہے اور کوئی دہبا لگا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہی زیادہ تر محبوب ہے۔ اب جو کوئی رسول اللہ صلعم کے
سوا کسی اور ایک ہی کی مذہب پر اڑا رہے اور یہہ یقین کر بیٹھے کہ یہی (حق اور)
اوس درجہ کا صحیح ہے کہ اوسکے اتباع واجب ہے اور اور اماموں مین سے کسی کی
اتباع نہ چاہیے تو وہ شخص گمراہ اور (دین سے) جاہل (اور ناواقف) ہے۔ بڑی
سے بڑی بات یہہ ہے کہ عامی کو مطلقًا اماموں مین سے کسی ایک امام کی تقلید بدون
تعیین زید و عمرو کے جائز یا واجب ہے (نہ یہہ کہ ضرور اوسی ایک ہی امام کی تقلید
ہر مسئلہ مین کرنی چاہیے) نیز اوسی رسالہ مین فرماتے ہین وَمَنْ تَعَصَّبَ بِوَاحِدٍ
بعینه من الأئمة دون الباقين كالرافضي والناصبي والخارجي فهذا طريق اهل البدع والاهواء
الذين ثبت بالكتاب والسنة والاجماع انهم مذمومون خارجون عن الشريعة انتهى ترجمہ اور
جو کوئی ائمہ مین سے اوروں کو چھوڑ کر خاص ایک ہی کے مذہب رافضی اور ناصبی
اور خارجی کیطرح اڑا رہے تو (اوسکا) یہہ (فعل) اہل بدعت ونفسانیت کا طریق
ہے جنکی مذمت اور اونکا شریعت سے خارج ہونا قرآن اور حدیث اور اجماع

(سلف) سے ثابت ہے فاضل محب اللہ بہاری صاحب سلم العلوم نے مسلم الثبوت مین فرمایا
ہے قال القرافي انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یقلد من شاء من العلماء بغیر حجر واجمع الصحابة رض ان من
استفتی ابا بکر رض وعمر رض وقلدهما فله ان یستفتي ابا هریرة رض ومعاذ بن جبل رض وغیرهما ویعمل بقولهم من
غیر نکیر فمن ادعی رفع هذین الاجماعین فعلیه الدلیل انتهی ترجمہ قرافی نے کہا ہے کہ اسپر اجماع
ہوچکا ہے کہ جو شخص کہ دین اسلام مین آجائے اوسے اختیار ہے کہ علماء مین سے جس کی
جسکی چاہے تقلید کرے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسپر اجماع کیا ہے کہ جو کوئی حضرت
ابوبکر رض وعمر رض سے فتوی پوچھکر اونکی تقلید کرچکے اوسے یہہ بھی اختیار ہے کہ حضرت ابو
ہریرہ رض اور معاذ بن جبل سے فتوی پوچھہ لیا کرے اور بے دہڑک اونکے قول پر عمل کیا
کرے اب جو کوئی ان دونوں اجماعونکی ٹوٹ جانے کا دعوی کرے اوسے دلیل پیش
کرنا لازم ہے مولانا عبد العلی حنفی جنکا لقب بحر العلوم ہے شرح مسلم الثبوت مین فرماتے
ہین فهل یقلد غیره ای من قلده في غیره ای غیر ما قلد فیه المختار نعم ان شاء لما علم من استفتائهم
مرة اماما ومرة اخری اماما غیره من غیر نکیر من احد فصار اجماعا
وتواتر هذا بحیث لا مجال للمماراة فیه انتهی ترجمہ کیا اپنے امام کے سوا یعنی جسکی تقلید
کی تہی کسی اور کے اوس مسئلہ کے سوا یعنے جسمین تقلید کی تہی تقلید کرے (یا نہین)
برگزیدہ مذہب یون ہے ہان (کرے) اگر (جی) چاہے کیونکہ (سبکو) معلوم ہے کہ صحابہ
رض وغیرہم کبہی ایک امام کبہی کسی اور امام سے پوچہہ لیا کرتے تہے اور اس بات کو کوئی
برا نہ مانتا تو اب یہہ اجماع ہوا اور یہہ امر ایسا متواتر چلا آیا ہے کہ اسمین شک کی مجال
تک نہین۔ فاضل قندہاری نے منتخب الحصول فی علم الاصول مین فرمایا ہے وهل
یقلد المقلد العامی بمذهب في حکم غیره المختار نعم للقطع بان المستفتین من عصر الصحابة
وهلم جرا کانوا یستفتون تارة واحدا واخری غیره غیر ملتزمین مفتیا واحدا
وشاع ذلک وتکرر ولم ینکر وکان اجماعا علی ان التزام مذهب

معین غیر لازم انتہی ۱۵ ترجمہ کیا مقلد جو کسی مسئلہ مین کسی مذہب پر عمل کرنیوالا ہو وہ اوس مذہب کے
سوا کسی اور کی تقلید کرلے (یا نہین) (اچھا اور) صحیح مذہب ہے (ہان) (کرلے) کیونکہ یقیناً معلوم
ہو چکا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لیتے لیتے اس زمانہ تک مسئلہ پوچھنے والے کبھی ایک
سے کبھی دوسرے سے فتوے پوچھہ لیتے تہے ایک ہی مفتی سے چپٹے نہین رہتے تہے اور یہہ بات
اونہین عام (تمام) تہی اور ہوتی ہی رہا کرتی تہی اور اسپر انکار نہین ہوا اور یہہ اسپر کہ ایک ہی
مذہب سے چپٹی رہنا جائز نہین اجماع تہا ملا علی قاری شرح عین العلم مین فرماتے ہین ومن المعلوم
ان اللہ سبحانہ وتعالی ما کلف احدا ان یکون حنفیا او مالکیا او شافعیا او حنبلیا بل کلفہم
ان یعملوا بالسنۃ ان کانوا علماء او یقلدوا العلماء ان کانوا جہلاء انتہی
ترجمہ یہہ تو معلوم ہی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے کسی کو یہہ تکلیف نہین دی کہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا
حنبلی بنے بلکہ اونہین یہہ تکلیف دی ہے کہ وہ شریعت کے بموجب عمل کرے اگر عالم ہون یا علما کے
پیروی کرین اگر نا واقف ہون شیخ عبد الحق دہلوی تحصیل التعرف فی معرفت الفقہ والتصوف
مین فرماتے ہین لزوم اتباع المجتہدین والاقتداء بہم فیہ طریقان فکان طریق المتقدمین
انہم لا یرون التزام مذہب معین واتباع مجتہد واحد بل کان المجتہدین العمل باجتہادہم وکان
سبیل العوام ان یستفتوا الفقہاء ویرجعوا الیہم من غیر متابعۃ لاحد بعینہ قال الحافظ ابو محمد بن
حزم الظاہری ما نعلم احدا فی زمان القرون الثلثۃ الذین ہم خیر القرون اخذ بقول احد ثم بعینہ و
انما حدث ذلک بعد تلک القرون الثلثۃ الذین ہم خیر القرون من غیر انکار احد فحل ذلک محل الاجماع
دلیلہم علی ذلک قولہ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون ویقولون ان الناس مامورون بالعمل بالکتاب والسنۃ
والاجماع والاقتداء بالعلماء فیما یفتون فمن اوجب التعیین فعلیہ التخصیص الی ان قال وہذا القول اقرب الی الانصاف والعدل انتہی ترجمہ
مجتہدون کے اتباع اور اونکی پیروی واجب ہونیمین دو طریق ہین سو متقدمین کا یہہ طریق
تہا کہ وہ خاص مذہب اور ایک ہی مجتہد کے اتباع کو واجب نہین جانتے تہے بلکہ مجتہدون کا
طریق یہہ تہا کہ اپنے اجتہاد کے بموجب عمل کرین اور عوام کا طریق یہہ کہ علما سے فتوے لیین

اورخاص ایک ہی کے متابعت کے بدون اونکیطرف رجوع کرین۔ حافظ ابو محمد بن حزم رح ظاہری نے کہا ہے کہ قرون ثلثہ مین جوکہ خیر القرون ہین ہمین نہین معلوم کہ کسی نے خاص ایک ہی کے قول کو پکڑ رکہا ہو بلکہ یہہ امر اون تینون قرنون کے بعد جو سب قرنون سے بہتر ہے نکلا ہے اور اسپر کسیکا انکار نہین ہوا تو اب یہہ بمنزلہ اجماع کے ٹہرا۔ اسپر دلیل یہہ پیش کرتے ہین کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ اگر تمہین خبر نہ ہو تو خبردار لوگون سے پوچہہ لیاکرو اور کہتے ہین کہ لوگون کو حکم ہے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع کے بموجب عمل کرین اور علما کے فتوونکے پیچہے لگین جب بات یون ٹہرے تو ایک ہی مذہب کو اپنے لیے خاص اور معین کر لینے کی کیا وجہ یہانتک کہ کہا کہ یہہ بات انصاف اور عدل کے زیادہ تر قریب ہے (اور قابل تسلیم ولائق عمل ہے) ۱۲۔

فہرست مضامین ومطالب رسالہ مفاتیح لاسرار التراویح

اشتہار واجب الاظہار

صفحہ ۱۸

لاہور کے عوام لوگ اور بعض علماء حق پوش ایمان فروش یہہ مشہور کر رہے ہین کہ جو رسالہ اظہار حق کی
مین لکہا ہے (کہ بیر شام کا جو مشہور ہی بنانا اسکا ساتہہ بیر یا یہہ سوکہے اور آیا جناب سرور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیر اونکے پاس سے پس کہا یا آنحضرت ؐ نے اوسکو اور نہ پوچہا اوس سے)
یہہ بات سب علماء لاہور و دہلی وغیرہ نے جنکے فتوی اوس رسالہ مین شامل مین لکہی ہی اور اوسپر مہرین کی
ہین چونکہ یہہ محض کذب ہی اور سراسر بہتان اسلئے بحکم اتقوا مواضع التہم رد اسکا ضروری سمجہکر مشتہر
کیا جاتا ہی۔ پس واضح ہو کہ وہ بات خاص ایک فتوی مولوی عطا محمد ہوشیارپوری کی ہی نہ کل علماء
لاہور و دہلی کی یہہ لوگ اوس کی مصدق نہین گو وہ لوگ جنہون نے تمام فتوونکی تصدیق کی ہی اور
کل رسالہ کو سچا بتلایا ہی اسکے مصدق خیال کئے جاسکتے ہین پس واسطے تمیز اس امر کی کہ کون شخص اسکا
مصدق ہی اور کون نہین یہہ امر ضرور ہی کہ ہر ایک منصف مصدقین کے عبارت والفاظ کو غور سے بایمان و انصاف وحیاء کی
نظر سے دیکہا جاوے پس جسکی عبارت کل رسالہ یا کل فتوونکی مصدق ہو اوسکو قائل اس عبارت کا سمجہا جاوے
اور جسکی عبارت مین کل کی تصدیق نہو بلکہ کسی ایک سوال خاص کا جواب ہو اوسکو قائل و مصدق عبارت مذکور کا خیال نہ کیا جاوے چنانچہ علماء
دہلی و لاہور کی عبارات کا یہی حال ہے کہ اوسمین سوالات خاصہ مضمون عبارت مذکور سے جدا انکا نکے جواب
قلمبند ہین نہ اوس واہی عبارت کی اونمین تصدیق ہی نہ باقی تمام فتوونکی جو رسالہ مین مندرج
ہین جسکو شک ہو اصل رسالہ کے صفحہ انتیس ۲۹ وغیرہ کو نکالا اور دیکہہ لے اور اگر کسی کو یہہ شبہ گذرے کہ جب
علماء دہلی و لاہور کی مہرین اس رسالہ پر ثبت ہین تو وہ گویا کل رسالہ کی مصدق ہوئی تو جواب اسکا یہہ ہی کہ علماء لاہور
و دہلی کے پاس یہہ رسالہ مرتب ہو کر پیش نہین ہوا بلکہ علیحدہ سوال مستقل اونکے پاس پہنچے اور انکے جوابات اونکی طرف سے
لکہے گئے جنکو خان احمد شاہ مولف رسالہ نے رسالہ مین شامل کر دیا علماء لاہور و دہلی نے نہ کوئی فتوی مندرج رسالہ قبل
طبع کے آنکہہ سے دیکہا اور نہ اوسپر مہر کی واللہ علی ما نقول شہید وکفی باللہ شہیدا یہہ ہے مجمل بیان رد و ازالہ مین
اس بہتان کی اور تفصیل اسکی رسالہ کشف الاستار عن وجہ الاظہار مین جو خاص اس عبارت کی رد مین لکہا جا چکا
ہے اور عنقریب طبع ہو جانے والا ہے موجود ہے ✦ المشتہر ابوسعید محمد المدعو بحسین زاد اللہ اتباعہ سنۃ سید الثقلین